عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد نمبر ۱۵ | ۳ تا ۹ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ بمطابق ۹ تا ۱۵ مئی ۱۹۹۷ء | شمارہ نمبر ۵۰

حجۃ الاسلام

مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

کیا قادیانی جماعت دُنیا پر غالب آئے گی؟

مرزا غلام احمد کی تحریریں اور تضاد

خاتم الانبیاءؐ کی اُمّت پر ربِّ کریم کا خصوصی کرم

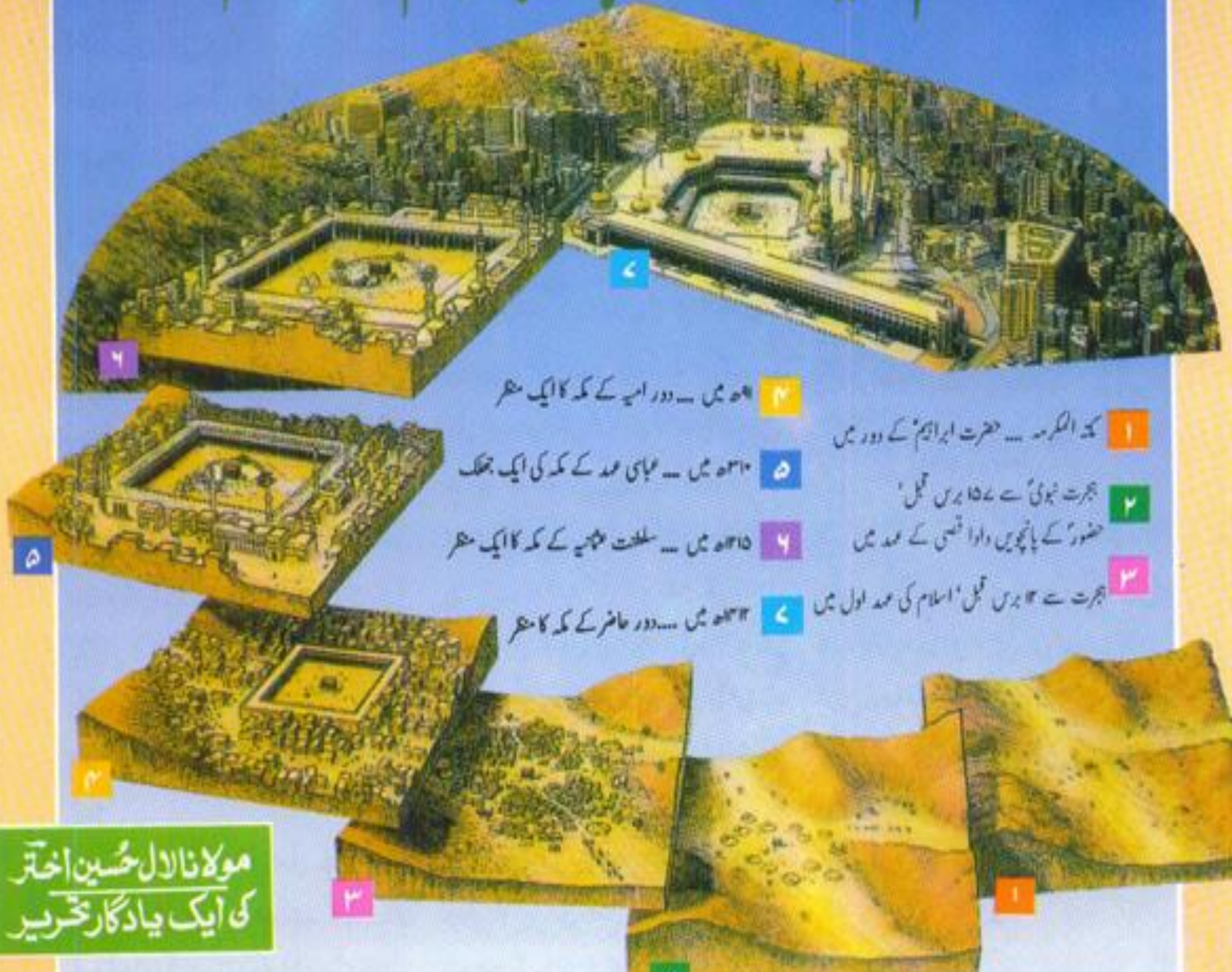

۱ مکۃ المکرمہ ... حضرت ابراہیمؑ کے دور میں

۲ ہجرت نبویؐ سے ۱۵۷ برس قبل، حضورؐ کے پانچویں دادا قصی کے عہد میں

۳ ہجرت سے ۱۲ برس قبل، اسلام کی عہد اول میں

۴ ۹۰ھ میں ... دور امیہ کے مکہ کا ایک منظر

۵ ۳۱۰ھ میں ... عباسی عہد کے مکہ کی ایک جھلک

۶ ۱۳۱۵ھ میں ... سلطنت عثمانیہ کے مکہ کا ایک منظر

۷ ۱۴۱۲ھ میں ... دور حاضر کے مکہ کا منظر

مولانا لال حُسین اختر کی ایک یادگار تحریر

قیمت: ۵ روپے

والدہ کی بے جا ناراضی پر مواخذہ نہیں ہوگا

س......... میری شادی ۱۴ سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ آج ۲۷ سال ہوگئے ہیں اور والد شادی سے پہلے فوت ہوگئے تھے۔ صرف والدہ اور ایک بھائی ہیں۔ شروع میں کم عمری کے سبب اپنی والدہ کے کہنے میں آکر شوہر کی نافرمانی کی‘ شادی کے ۱۰ سال بعد میں نے اپنے کو یکدم بدل دیا اور اپنے شوہر کے تابع ہوگئی میرے چھ بچے ہیں‘ ایک لڑکا اور دو بچیاں جوان‘ باقی تین چھوٹے ہیں۔ میں نے اپنی اولاد کو مذہبی ماحول میں پالا ہے۔ وی سی آر جیسی لعنت نہ میں نے اور نہ میری بچیوں نے دیکھی ہے۔ میرے شوہر آج کل ایک سرکاری عہدے پر سعودیہ میں ہیں۔ میں نماز کی پابند ہوں۔ مجھے خدا سے بہت ڈر لگتا ہے۔ نماز کے لئے کھڑی ہوتی ہوں تو خوف خدا سے کانپنے لگتی ہوں‘ بس ڈر یہ لگتا ہے کہیں مجھے سزا نہ دی جائے۔ کیونکہ جب سے میں اپنے شوہر کے ہر فرمان پر چلنے لگی تو والدہ ناراض رہتی ہیں میں اور میرے شوہر ہر وقت ان کی ہر قسم کی مدد کرتے رہتے ہیں لیکن وہ معمولی بات پر یعنی اپنے بیٹے یا بہو یا کسی اور رشتہ دار کی باتوں پر ناراض ہوکر کوسنے پیٹنے لگ جاتی ہیں۔ مجھے تو ان کو جواب دیتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔ بچے بھی کبھی بول پڑتے ہیں تو وہ مجھے بے بھاؤ سناتی ہیں۔

ج......... ماں کی تو خواہش ہوتی ہے کہ اس کی بچی اپنے گھر میں خوش و خرم رہے۔ تعجب ہے کہ آپ کی والدہ کا رویہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ بہرحال آپ کی والدہ کی ناراضی بے جا ہے۔ آپ اپنی والدہ کی جتنی خدمت بدنی‘ مالی ممکن ہو کرتی رہیں اور اس کی گستاخی و بے ادبی ہرگز نہ کریں۔ اس کے باوجود اگر وہ ناراض رہتی ہیں تو آپ کا قصور نہیں آپ سے انشاء اللہ اس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔

جنت میں اللہ کا دیدار

س......... کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب انسانوں کو نظر آئیں گے؟ جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

ج......... اہل سنت والجماعت کے عقائد میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ یہ مسئلہ قرآن کریم کی آیت اور احادیث شریفہ سے ثابت ہے۔

نیک عورت جنتی حوروں کی سردار ہوگی

س......... آج تک یہ سنتے آئے ہیں کہ جب کوئی نیک مرد انتقال کرتا ہے تو اسے ستر حوریں خدمت کے لئے دی جائیں گی۔ لیکن جب کوئی عورت انتقال کرتی ہے تو اس کو کیا دیا جائے گا؟

ج......... وہ اپنے جنتی شوہر کے ساتھ رہے گی اور جنت کی حوروں کی سردار ہوگی۔ جنت میں سب کی عمر اور قد یکساں ہوگا اور بدن نقائص سے پاک‘ شناخت حلیہ سے ہوگی۔ جن خواتین کے شوہر بھی جنتی ہوں گے وہ تو اپنے شوہروں کے ساتھ ہوں گی اور حورعین کی ملکہ ہوں گی اور جن خواتین کا یہاں عقد نہیں ہوا ان کا جنت میں کسی سے عقد کردیا جائے گا۔ بہرحال دنیا کی جنتی عورتوں کو جنت کی حوروں پر فوقیت ہوگی۔

بہشت میں ایک دوسرے کی پہچان اور محبت

س......... بہشت میں باپ‘ ماں‘ بیٹا‘ بہن‘ بھائی ایک دوسرے کو پہچان سکیں گے تو ان سے وہی محبت ہوگی جو اس دنیا میں ہے یا محبت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوگی؟

ج......... اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بہشت میں لے جائیں تو جان پہچان اور محبت تو ایسی ہوگی کہ دنیا میں اس کا تصور ہی ممکن نہیں۔

جنت میں مرد کے لئے سونے کا استعمال

س......... قرآن کی سورہ حج کی آیت نمبر ۲۳ میں ہے کہ "جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اللہ تعالیٰ انہیں (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔" اس میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ جنت میں نیکوکاروں کو سونا کیسے پہننا جائز ہوجائے گا جبکہ دنیا میں اچھے یا برے مرد کے لئے ہر حال میں سونا پہننا جائز نہیں؟

ج......... دنیا میں مرد کو سونا پہننا جائز نہیں لیکن جنت میں ہوگا اس لئے پہنایا جائے گا۔

دوبارہ زندہ ہوں گے تو کتنی عمر ہوگی

س......... انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو کیا اسے اسی عمر میں زندہ کیا جائے گا جس عمر میں وہ مرا تھا؟

ج......... اس کی تصریح تو یاد نہیں۔ البتہ بعض دلائل قرآن سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس عمر میں آدمی مرا ہو اسی میں اٹھایا جائے گا۔

○

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

جلد ۱۵ شمارہ ۵۰

۳ تا ۹ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
بمطابق ۹ تا ۱۵ مئی ۱۹۹۷ء

قیمت ۵ روپے

سرپرست: حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول: عبدالرحمٰن باوا

مجلس ادارت
○ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
○ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر　　مولانا نذیر احمد تونسوی
○ مولانا منظور احمد حسینی　　○ مولانا محمد جمیل خان
○ مولانا سعید احمد جلالپوری

مدیر: مولانا اللہ وسایا

سرکولیشن منیجر: محمد انور

قانونی مشیر: حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

ٹائیٹل و تزئین: ارشد دوست محمد، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

توہین رسالت کی سزاوار ملعون یوسف علی	۳
کیا قادیانی جماعت دنیا پر غالب آئے گی؟	۶
مرزا غلام احمد کی تحریریں اور تضاد	۸
مردود کہیں کا	۱۰
اسلامی معاشرت	۱۱
حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴
مولانا لال حسین اختر کی یادگار تحریر	۲۱
خاتم الانبیاء کی امت پر رب کریم کا خصوصی کرم	۲۵

زر تعاون

سالانہ: ۲۵۰ روپے　　ششماہی: ۱۲۵ روپے　　سہ ماہی: ۶۵ روپے

بیرون ملک
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۰ امریکی ڈالر
یورپ، افریقہ ۷۰ امریکی ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ اور ایشیائی ممالک ۴۰ امریکی ڈالر

چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت نیشنل بینک پرانی نمائش نمبر ۷-۴۸ کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
فون 7780337 فیکس 7780340

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ، ملتان فون 583486-514122 فیکس 542277

LONDON OFFICE
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

پبلشر: عبدالرحمٰن باوا　طابع: سید شاہد حسن　مطبع: القادر پرنٹنگ پریس　مقام اشاعت: ۱۰۳ سبز ریٹنگ لائن کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توہین رسالت کی سزا اور ملعون یوسف علی

کتاب و سنت کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ توہین رسالت کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔ کیونکہ اسلام میں ہر چیز کا آخری اور حتمی حوالہ حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ اور اس بات پر بھی روز اول سے مسلمانوں کا اتفاق رہا ہے کہ ایسا قول یا فعل جو رحمت دو عالم ﷺ کی اس مذکورہ حیثیت کو مجروح یا متاثر کرنے کی کوشش کرے اسلام کے خلاف بغاوت کے مترادف ہے۔ جس کی سزا موت اور صرف موت ہے۔

گستاخ رسول کے لئے یہ سزا کسی جذباتی بنیاد پر نہیں بلکہ یہ اسلام کے عقیدہ' قانون' اور تہذیب و تمدن کا منطقی تقاضا ہے۔ کیونکہ مسلمان کے لئے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت و الفت صرف اور صرف آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس سے ہونا ضروری ہے۔ محبت رسولؐ ایمان کی روح ہے' اور عشق مصطفیٰ ﷺ کے بغیر کلمہ طیبہ اور دعوئے اسلام کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کا ادنیٰ شائبہ بھی کفر ہے' اور آپؐ کی ذات اقدس کی توہین کرنے والا کافر' مرتد اور واجب القتل ہوگا خواہ وہ مسلمان ہو' کافر ہو' عیسائی ہو' یہودی ہو کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو' واجب القتل ہوگا اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ بارگاہ نبوت کی صریح توہین و تنقیص میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا' کیونکہ توہین رسالتؐ کے جرم پر حکم قتل ظاہری الفاظ پر ہوتا ہے' ورنہ توہین رسالت کا دروازہ کبھی بند نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے گستاخ رسولؐ کے قصد و نیت کو نہیں دیکھا جائے گا۔ وہ جس نیت سے بھی گستاخی کرے ہر حال میں واجب القتل ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کی شان رحمت کس قدر وسیع ہے' اس کا اندازہ بے شمار احادیث سے لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن گستاخی پیغمبر ﷺ پر خاموشی کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ مدینہ منورہ میں آپؐ کو یہ اطلاع ملی کہ یہودی سردار کعب بن اشرف نے آپ ﷺ کے خلاف اشعار کہہ کر آپؐ کی توہین کی ہے۔ آپؐ نے مسجد نبوی میں اعلان فرمایا کہ کون ہے جو اس گستاخ رسولؐ کو ٹھکانے لگائے۔ جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو اذیت دی ہے' اس اعلان کو سن کر ایک صحابی محمد بن مسلمہؓ کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپؐ چاہتے ہیں کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ تو نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں۔ چنانچہ محمد بن مسلمہؓ اور ان کی ساتھیوں نے گستاخ رسولؐ کعب بن اشرف کو جہنم رسید کر کے آنحضرت ﷺ کی مبارک زبان سے جنت کی بشارت پائی۔

○ ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق ایک نابینا صحابیؓ نے اپنی ایک صاحب اولاد لونڈی کو گستاخی رسولؐ کے جرم میں قتل کر دیا۔ اور حضور اکرم ﷺ نے اس لونڈی کے خون کو ساقط کر دیا۔

○ حضرت علیؓ کی روایت کے مطابق ایک یہودی عورت حضور اکرم ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی ایک آدمی نے اس کا گلہ گھونٹ کر اسے مار دیا اور آپ ﷺ نے اس کے خون کو ساقط کر دیا۔

اسی طرح حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک عورت کو گستاخی رسول کے جرم میں قتل کر دیا۔ اس سے بھی عجیب تر یہ کہ فتح مکہ کے دن توہین رسالت کے مرتکب عبداللہ ابن خطل کو (جو غلاف کعبہ سے لپٹا ہوا تھا) مسجد حرام میں قتل کرنے کا حکم خود رحمت دو عالم ﷺ نے دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم پر مسجد حرام میں مقام ابراہیمؑ اور چاہ زم زم کے درمیان اس کی گردن کا اڑایا جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ توہین رسالت اتنا سنگین جرم ہے جو کسی صورت میں بھی ناقابل معافی ہے۔

مسلمانوں کا اس بات پر ہمیشہ اتفاق رہا ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں توہین رسالت کا ارتکاب ایک سنگین ترین فوجداری جرم ہے۔ جس کی سزا موت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی۔ برصغیر کے مسلمان من حیث المجموعہ اس اصول کی بار بار اپنے اجتماعی عمل سے تائید و تصدیق کر چکے ہیں' چنانچہ غازی علم الدین شہید' غازی عبدالقیوم شہید اور اس پایہ کے دیگر حضرات کے کارناموں کے بارے میں برصغیر کی ملت اسلامیہ کا مجموعی موقف اور رد عمل کسی سے پوشیدہ نہیں ہے گستاخ رسول ﷺ کی سزا کو قانونی حیثیت دینے کے لئے ۱۹۸۶ء میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵۔ سی کا اضافہ کیا گیا جس کا

حاصل یہ ہے کہ کوئی شخص بذریعہ الفاظ' تحریر' زبانی' اشارتا" کنایتا" یا کسی بھی طریقہ سے براہ راست یا بالواسطہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے یا بے ادبی کا مرتکب ہو وہ مستوجب سزائے موت یا عمر قید ہوگا۔ اور جرمانہ کا بھی سزاوار ہوگا۔ لیکن اسلامیان پاکستان اور خصوصا" علماء کرام کا یہ وقف تھا کہ عمر قید کے الفاظ دفعہ ۲۹۵۔ سی سے حذف کئے جائیں۔ یہ الفاظ شریعت مطہرہ سے متصادم ہیں' کیونکہ قرآن و سنت اور اجماع امت سے گستاخ رسولؐ کی سزا صرف اور صرف موت ثابت ہوتی ہے' چنانچہ وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ نے عمر قید کے الفاظ ختم کرکے صرف سزائے موت رکھی۔ اس قانون کے بنتے ہی اسلام دشمن مغربی طاقتیں اور ان کے اشاروں پر ناچنے والے عناصر نام نہاد انسانی حقوق کے علمبردار بن کر میدان میں کود پڑے' اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی کو کھڑا کرکے تحفظ ناموس رسالتؐ کے اس قانون کو ختم کرنے کے لئے دو محاذ کھول دیئے۔ اول گستاخی رسولؐ کا عام سلسلہ شروع کراکر گستاخ رسولؐ کو انعام و اکرام سے نواز کر مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کی گئی۔ دوم اسلامی احکامات سے نابلد حکمرانوں پر سیاسی دباؤ ڈال کر ناموس رسالت کے قانون میں ترامیم کراکے اسے ناقابل عمل بنانے کی ناکام کوشش کی گئی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ۳ جولائی ۱۹۹۴ء کو جب سابق حکومت کے ایک سابق وزیر قانون کا بیان اخبارات میں شائع ہوا تو مسلمان حیرت زدہ رہ گئے کہ پاکستان جیسے ایک نظریاتی اور اسلامی ملک میں گستاخ رسولؐ کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے کتنی بڑی سازش تیار ہو رہی ہے۔ اس موقع پر پورا ملک سراپا احتجاج بن گیا تھا' مسلمانوں کے مثالی احتجاج اور ملک گیر پہیہ جام ہڑتالوں نے دین سے نابلد حکمرانوں کے ناپاک ارادوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ پھر اس کے کچھ عرصہ بعد یہودی قادیانی لابی کی تیار کردہ سازش کے تحت چند ایک عیسائی نوجوانوں سے توہین رسالت کے جرم کا ارتکاب کرایا گیا۔ اور جب کیس عدالتوں میں گئے تو ان گستاخان رسولؐ کی حمایت میں قادیانی وکلاء نے پیش ہو کر عیسائی' یہودی اور قادیانی گٹھ جوڑ کا ثبوت فراہم کیا۔ اس مرحلہ پر ہمارے حکمرانوں نے ان گستاخان رسولؐ کو قانون کے مطابق سزا دلوانے کی بجائے اپنے غیر ملکی آقاؤں کی شہ پر' جس سرکاری اعزاز و اکرام کے ساتھ بیرون ملک روانہ کرکے کروڑوں اسلامیان پاکستان کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا تاریخ میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اور مغربی دنیا نے ان گستاخان رسولؐ کو ہیرو بنا کر پیش کیا۔ اور لاکھوں ڈالر انہیں بطور انعام دیئے۔ اس سے قبل سلمان رشدی ملعون' اور قسلیمہ نسرین وغیرہ جیسے بدبختوں کو مغربی دنیا نے آزادی رائے کا ہیرو بنا کر پیش کیا۔ تسلیمہ نسرین گل مسیح' سلامت مسیح' رحمت مسیح' سلمان رشدی وغیرہ جیسے بدبخت انسان مغربی دنیا کے آنکھوں کے تارے اس لئے بنے کہ انہوں نے انسانیت کو عزت بخشنے والی ذات گرامی محمد عربی ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرکے مسلمانوں کی مذہبی غیرت کو للکارا۔ اور آج وطن عزیز میں ملعون یوسف علی نامی ایک شخص نے ایک گہری سازش کے تحت گستاخی رسول کے جرم کا ارتکاب کرکے کروڑوں مسلمانوں کی غیرت ایمانی کو للکارا ہے۔

لاہور کے اس ملعون ابوالحسنین یوسف علی نے ایسی کفریات بکی ہیں' جنہیں سن کر جید علماء کرام اس نتیجے پر پہنچے کہ مذکورہ ملعون نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا ہے' وہ کہتا ہے میں نعوذباللہ آخری نبی ہوں' اور نبوت کا تسلسل ہوں' علماء کرام نے اسے کذاب' دجال' مرتد اور واجب القتل قرار دیا ہے۔ جب اخبارات کے ذریعہ قومی پریس میں اس ملعون کے کفر کا چرچا ہوا تو مسلمانان پاکستان کو یہ یقین تھا کہ خدا اور رسولؐ کے نام پر حاصل کئے جانے والے ملک میں مقام رسالتؐ کے تحفظ کا حلف اٹھانے والے حکمران فورا" اس کا نوٹس لے کر اس فتنے کو کچلنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے۔ لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس فتنے کے خلاف حکمرانوں کی طرف سے کوئی پیش رفت نہ ہوئی' کسی نے لب کشائی نہ کی' مسلمانان پاکستان اور خصوصا" حکومت کو اس امر کا بھی جائزہ لینا ہوگا کہ کذاب یوسف علی ملعون کی پشت پر کون لوگ ہیں۔ یہ ایک گہری سازش نظر آتی ہے کیونکہ اس سے قبل دانستہ وطن عزیز میں فرقہ واریت کا زہر پھیلا کر مختلف مسالک کو آپس میں لڑایا گیا' مساجد کو انسانی خون سے رنگین کیا گیا' آج اچانک ایک جھوٹے مدعی نبوت ملعون یوسف علی کو سامنے لایا گیا کہیں ایسا تو نہیں کہ حالات کا ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے دشمنان اسلام و پاکستان نے یوسف علی کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا ہو اور یوسف علی ان کی سازش کا پرزہ ہو۔ اس سازش کا سراغ لگانا اب صاحب اقتدار لوگوں کی ذمہ داری ہے' اور اس میں مزید تاخیر کے بھیانک نتائج بھی برآمد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ عاشقان ختم نبوت نے جب ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تو یہ کسی کے لئے بہتر نہیں ہوگا۔

ملعون یوسف علی کی اس ناپاک جسارت سے مقام نبوت آج پھر خطرناک موڑ پر آپہنچا ہے۔ اگر اس کی حفاظت کا حق ادا نہ کیا گیا تو کل قیامت کے دن ہم سب کی بخشش کے امکانات معدوم ہو جائیں گے۔ مسلمانان پاکستان کا فرض بنتا ہے کہ وہ حکمرانوں پہ دباؤ ڈال کر یہ معلوم کروائیں کہ اس سازش کے پس پردہ کس کا ہاتھ ہے۔ اور ملعون یوسف علی آگے چل کر کیا گل کھلانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک و ملت کی ایسی خطرناک سازشوں سے حفاظت فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

کیا قادیانی جماعت دنیا پر غالب آئے گی؟

قادیاں کے بارے میں مرزائی الہامات

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے آئینی فیصلے سے قادیانیت کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔ تمام عالم اسلام ان کے کفر نفاق سے آگاہ ہوچکا ہے۔ ان پر ہر جگہ ذلت و ادبار کی فضا طاری ہے قادیانی اخبارات و رسائل اپنی جماعت کی گرتی ہوئی دیوار کو سنبھالا دینے کے لئے یہ پروپیگنڈا کررہے ہیں کہ اب چند سالوں میں قادیانیت کے غلبہ کی صدی شروع ہونے والی ہے۔

قادیانی اس نام نہاد "غلبہ اسلام کی مہم" کے لئے دھڑا دھڑ چندے جمع کررہے ہیں' تربیتی کورس جاری کررہے ہیں' اور خفی و جلی منصوبے بنارہے ہیں سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا جارہا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے پیش گوئی کی تھی کہ میری جماعت مسلمانوں پر غالب آئے گی۔ اس لئے ممکن نہیں کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی ٹل جائے۔ مرزائی عوام چونکہ مرزا صاحب کو سچ مچ "مسیح موعود" سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ واقعی یقین کر بیٹھے ہیں کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی پوری ہوکر رہے گی۔ لیکن جب پوری نہیں ہوتی تو قادیانی لیڈر انہیں پھر تاویل کے چکر میں ڈال دیتے ہیں۔ قریباً" نوے سال سے قادیانی جماعت کے دنیا پر غالب آنے کا غلغلہ بلند کیا جارہا ہے۔ لیکن آج تک یہ قادیانی خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکا اور نہ انشاء اللہ آئندہ کبھی ہوسکے گا۔

زمانے کے واقعات نے مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک ایک پیش گوئی کو غلط ثابت کر دکھایا ہے۔

ذیل کی سطور میں ہم قادیاں کے بارے میں مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں کا جائزہ لیں گے۔ جس سے یہ امر واضح ہوجائے گا کہ مرزا صاحب کے تمام دعوے محض زبانی جمع خرچ تھے۔ حقیقت و واقعیت سے انہیں کچھ بھی تعلق نہیں تھا۔ انبیا کرام علیہم السلام کی مقدس وحی یا اولیاء اللہ کے کشف و الہام تو بہت ہی اعلیٰ و ارفع چیز ہے جس کا تصور بھی عام انسانوں کے لئے مشکل ہے۔ ایک

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مومن کی فراست سے کوئی بات پوری ہوسکتی ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے وحی قطعی اور کشف الہام کے بلند بانگ دعووں کے ساتھ جو بات بھی کہی قدرت نے اس کا الٹ کر دکھایا۔ چنانچہ قادیان کے بارے میں مرزا قادیانی کے درج ذیل "کشف و الہام" ملاحظہ فرماکر ان کو واقعات پر منطبق کیجئے:

۱۔ مرزا قادیانی پر جو مقدس وحی نازل ہوتی تھی۔ مرزائیوں نے اسے ایک مجموعہ کی شکل میں مرتب کرکے پہلے اس کا نام "البشریٰ" رکھا تھا۔ یعنی قادیانی مسیح کی انجیل' مگر اب شاید اس خیال سے کہ قادیانی مسیح صرف مسیح نہیں بلکہ محمد رسول اللہ بھی ہے اس کی مقدس وحی کے مجموعہ کا نام "تذکرہ" رکھا گیا ہے۔ یعنی ظلی محمد رسول اللہ کا ظلی قرآن....... (تذکرہ قرآن مجید کا نام ہے) بہرحال قادیانی انجیل یا قادیانی قرآن (تذکرہ طبع دوم صفحہ ۳۳۳) پر مرزا قادیانی کا کشف درج ہے:

"حضرت اقدس مرزا صاحب ایک روز فرماتے تھے' ہم نے کشف میں دیکھا کہ قادیاں ایک بڑا عظیم الشان شہر بن گیا۔ اور انتہائے نظر سے بھی باہر تک بازار نکل گئے۔ اونچی اونچی دو منزلی یا چو منزلی یا اس سے بھی زیادہ اونچے اونچے چبوتروں والی دکانیں عمدہ عمارات کی بنی ہوئی ہیں۔ اور موٹے موٹے سیٹھ۔ بڑے بڑے پیٹ والے جن سے بازار کو رونق ہوتی ہے' بیٹھے ہیں۔ اور ان کے آگے جواہرات اور لعل اور ہیروں اور موتیوں' روپوں' اشرفیوں کے ڈھیر لگ گئے ہیں (گویا قارون کے خزانے اور دنیا بھر کی دولت وہیں سمٹ آئی ہے .... ناقل) اور قسم با قسم کی دکانیں خوبصورت اسباب سے جگمگا رہی ہیں یکے بگھیاں ٹم ٹم' فٹن پالکیاں' گھوڑے شکرمن' پیدل اس قدر بازار میں آتے جاتے ہیں کہ مونڈھے سے مونڈھا بھڑ کر چلتا ہے۔ اور راستہ بمشکل ملتا ہے"۔

(تذکرہ طبع دوم ۳۳۳)

مرزا قادیانی کے کشف نے "قادیان" کی مادی عظمت کا جو نقشہ کھینچا ہے اس پر کسی عظیم ترین ترقی یافتہ ملک کے دارالحکومت کا شبہ ہوتا ہے۔ اور اس کی کشفی عظمت کے سامنے پیرس' لندن اور نیویارک بھی شرمندہ ہوکر رہ جاتے ہیں۔ لیکن کشف کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس پر ہم خود قادیانیوں کو تبصرہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

۲۔ مرزائیوں کی اسی مسیحی انجیل موسوم بہ

تذکرہ (طبع دوم) کے صفحہ ۷۷۸۔۷۷۹ پر مرزا قادیانی کے دو کشف مرزا محمود احمد صاحب پسر مرزا قادیانی کی روایت سے ذکر کئے ہیں:

(الف) "جب قادیان کی زندگی احمدیوں (مرزائیوں) کے لئے اس قدر تکلیف دہ تھی کہ مسجد میں خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے آنے سے روکا جاتا۔ راستہ میں کیلے گاڑ دیئے جاتے تاکہ گزرنے والے گریں۔ (یہ کارنامہ مرزا صاحب کا مرزائی خاندان ہی انجام دیتا تھا ..... ناقل) اس وقت مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) نے بتایا۔ مجھے دکھایا گیا ہے کہ یہ علاقہ اس قدر آباد ہوگا کہ دریائے بیاس تک آبادی پہنچ جائے گی۔"

(ب) مجھے (مرزا محمود صاحب کو) اس میدان سے جاتے ہوئے حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) نے اپنا رویا سنایا کہ قادیان بیاس تک پھیلا ہوا ہے۔ اور مشرق کی طرف بھی بہت دور تک اس کی آبادی چلی گئی ہے۔ (تذکرہ طبع دوم صفحہ ۷۷۸۔۷۷۹)

"قادیان" کی آبادی قادیانی کشف میں ایک ایک طرف بیاس تک (قریباً" آٹھ دس میل تک) جا پہنچی دوسری طرف مشرقی سمت دور دور تک چلی گئی۔ لیکن مرزا قادیانی کو کشف میں یہ نظر نہ آیا کہ قادیان اجڑ جائے گیا۔ اور ہم قادیانی خاندان بیک دو گوش وہاں سے نکال دیئے جائیں گے۔ اور وہ دریائے چناب کے کنارے آکر دم لیں۔ یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے وہ قادیان سے نکال دیئے جائیں گے مرزا صاحب کو آبادی کی وسعت کی شکل میں دکھایا گیا۔ کیونکہ قادیانی کا یہی الہام اور وحی و تنزیل کی تعبیر ہمیشہ الٹ ہوتی ہے۔

۳۔ مرزا غلام احمد صاحب ازالہ اوہام (طبع پنجم صفحہ ۱۹) میں ہندوستان' خصوصاً" قادیان کے ہندوؤں کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"اب وہ مقابلہ پر آکر اور میدان میں کھڑے ہو کر ہمارے تیز ہتھیاروں کے نیچے آپڑے ہیں۔ اور اس صید قریب کی طرح ہوگئے ہیں جس کا ایک ہی ضرب سے کام تمام ہو سکتا ہے۔ ان کی آہوانہ سرکشی سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ دشمن نہیں ہیں وہ تو تمہارے شکار ہیں۔ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تم نظر اٹھا کر دیکھو گے کہ کوئی ہندو دکھائی دے مگر ان پڑھے لکھوں میں سے ایک ہندو بھی تمہیں دکھائی نہیں دے گا۔ سو تم ان کے جوشوں سے گھبرا کر نومید مت ہو۔ کیونکہ وہ اندر ہی اندر اسلام کے قبول کرنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ اور اسلام کی ڈیوڑھی کے قریب آپہنچے ہیں"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۱۹ طبع پنجم)

مرزا قادیانی کی اس پیش گوئی پر پچاس سال گزر چکے ہیں۔ لیکن آج تک قادیاں میں ہندوؤں کی موجودگی مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کا منہ چڑا رہی ہے۔ ہاں اگر اس پیش گوئی میں ہندوؤں سے مراد قادیانی ہوں تو پھر کوئی شک نہیں۔ کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی کے مطابق "قادیاں" مرزائیوں کے تسلط سے پاک ہوگئی۔ اور مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں اپنی جماعت سمیت وہاں سے جلاوطن کردیے گئے۔

۴۔ قادیاں کے بارے میں ایک الہام مرزا صاحب نے ازالہ اوہام (حاشیہ ۳۰ طبع پنجم) میں یوں درج فرمایا ہے:

"دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبہ کا (یعنی قادیاں کا نام دمشق رکھا گیا ہے) جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں۔ جو یزیدی الطبع ہیں اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں جن کے دلوں میں اللہ و رسول کی کچھ محبت نہیں اور احکام کی کچھ عزت نہیں جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ اور اپنے نفس امارہ کے حکموں کے ایسے مطیع ہیں کہ مقدسوں اور پاکوں کا خون بھی ان کی نظر میں سہل اور آسان امر ہے۔ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور خدائے تعالیٰ کا وجود ہونا ان کی نگاہ میں ایک پیچیدہ مسئلہ ہے (یہ تمام الہامی صفات قادیانیوں کے ہیں..... ناقل)"

آگے چل کر اسی کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

"قادیاں کی نسبت مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ:

اخرج منه اليزيديون

یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں۔" (ازالہ اوہام طبع پنجم صفحہ ۳۲ تذکرہ ص ۱۱۸ طبع دوم)

مرزا صاحب نے (عربی) عبارت کا ترجمہ صحیح نہیں کیا۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے نکال دیئے گئے اس سے یزیدی لوگ اور یہ الہامی صفت بھی قادیانیوں پر صادق آتی ہے چنانچہ جناب ممتاز احمد صاحب فاروقی اپنی کتاب فتح حق کے صفحہ ۴۵۔۴۷ پر لکھتے ہیں:

(ج) "پھر حضرت مرزا صاحب کو قادیاں کے متعلق الہام ہوا:

اخرج منه اليزيديون

تذکرہ ص ۱۸۳ یعنی یزیدی صفت لوگ اس بستی میں پیدا ہوں گے۔ اب یزیدی کسی خاص قوم یا قبیلہ کا نام نہیں بلکہ یزید پلید کی رعایت سے اس کے پیروکاروں کو یزیدی کہا جاتا ہے۔ کوئی ایسا خلیفہ ہو گا۔ جو یزید کی طرح خلافت حقہ اسلامیہ کا دعویدار ہوگا۔ پھر خدا تعالیٰ ایسے سامان کرے گا کہ یہ خلیفہ معہ اپنے پیروکاروں کے قادیاں سے نکال دیا جائے گا۔ جب کہ اخرج کے لفظ سے ظاہر ہے۔ اور اس کے تخصیص کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحب کو "بلائے دمشق (تذکرہ ص ۷۱۰) کا بھی الہام ہوا تھا۔ واضح ہو کہ یزید کا پایہ تخت دمشق

مرزا غلام احمد کی تحریریں اور تضاد

پاکستانی عوام میں بہت کم ایسے ہیں جو عربی کو سمجھ سکیں۔ یہی چیز ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے مرزا غلام احمد کی تحریریں اور تضادا جیسے موضوع کا انتخاب کیا ہے۔ پہلے یہ عرض کرتا چلوں کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر ایمان ہے کہ نبی اور رسول کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہوتا۔ اس کا ظاہر و باطن ایک جیسا ہوتا ہے۔ وہ یہ نہیں کرتا کہ آج کچھ دعویٰ کیا ہے، کل کچھ اور کر دے گا۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ جب ہم اپنے ہی مذہب کا مطالعہ نہیں کر سکتے تو کسی اور مذہب کا کیا مطالعہ کریں گے۔ بہت کم لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ مرزا غلام احمد نے کونسا دعویٰ کیا تھا اور وہ کب تک اس پر قائم رہا۔

حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے صرف مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کیا تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے نبی ہونے کا بھی دعویٰ کر دیا تھا۔

مرزا غلام احمد ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا اور اس کے پورے ۲۵ سال بعد بقول مرزا کے اس کو پہلا الہام ہوا۔ مرزا کی زندگی دو ادوار پر مشتمل ہے۔ اس نے کل ۷۳ کتابیں تحریر کیں۔ ۱۸۶۵ء سے لے کر ۱۹۰۱ء تک اس نے ۴۹ کتابیں تحریر کیں اور ۱۹۰۱ء سے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء (وفات کا دن) تک ۲۴ کتابیں لکھیں۔ مرزا نے اپنے پہلے دور میں یعنی ۴۸ کتابوں میں اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور نبی پاک ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرتا رہا۔ لیکن یہی مرزا اپنے دوسرے دور میں نبوت کا دعویٰ کرنے لگا۔ ازالہ (ج ۲۔ ص ۵۵۷) میں تحریر کرتا ہے۔

"مطلب یہ کہ میں حدیثوں کی رو سے مثیل مسیح بن کر آیا ہوں اور جس حدیث میں مسیح بن مریم کے آنے کا ذکر ہے اس سے مراد مثیل مسیح ہے اور ہر ایسی حدیث جو مسیح بن مریم کے آنے کی خبر دیتی ہے وہ اول درجہ کی قابل اعتبار ہے۔"

امجد عادل ملک ...... سرگودھا

اب مرزا کی تحریروں میں تضاد دیکھتے جائیں۔ اس نے کئی سال بعد ایک اور کتاب "اربعین" تحریر کی اور یہ بھی بھول گیا کہ میں چند سال پہلے کیا کہہ چکا ہوں۔ اس نے لکھا:

"خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ یہ تمام حدیثیں جو یہ پیش کرتے ہیں، تحریر معنی یا لفظی میں آلودہ ہیں۔" (اربعین نمبر ۳ ص ۱۸)

آپ نے دیکھا کہ اس کی تحریروں میں کس قدر تضاد ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کی کتب کا مطالعہ کرتے ہوئے اس کی ذہنی صحت پر شک ہونے لگتا ہے۔ اب اس کے دعویٰ نبوت کو دیکھیں:

"ہم دلی یقین سے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین اور خدا کا آخری نبی ماننے کے باوجود حضرت مرزا صاحب کو علی وجہ البصیرت اور بکمال شرح صدر خدا کا نبی اور رسول تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت آنحضرت ﷺ کی نبوت کی ظل اور اس کی تابع اور اس کی شاخ ہے نہ کہ آزاد اور مستقل نبوت۔" (تبلیغ ہدایت ص ۲۴۳)

قادیانیت کی دوغلی پالیسی دیکھئے کہ محمد ﷺ کو آخری نبی بھی تسلیم کرتے ہیں اور پھر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ مرزا کو نبوت اب محمد ﷺ کی وجہ سے ملی ہے اور اس کی یہ شاخ ہے۔ یہ چور دروازہ نہیں تو اور کیا ہے؟ آخر ہم ان ۱۰۰ آیات کا کیا کریں جو قرآن میں ختم رسالت کا اعلان کرتی ہیں ایسا کیسے ہوگیا کہ اتنے بڑے مسئلے کا خدا نے قرآن پاک میں ذکر تک نہ کیا اور پورے قرآن پاک میں کہیں چور دروازہ کا ذکر نہیں کہ نبوت اب یوں نہیں یوں ملا کرے گی۔

اب آگے دیکھیں تحریروں میں کس قدر اختلاف ہے "جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا"۔ (حقیقت الوحی ص ۱۶۳)

"کفر دو قسم پر ہے اول یہ کفر کہ ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو نہیں مانتا اور دوسرا یہ کفر کہ مثلاً" وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔" (حقیقت الوحی ص ۱۷۰)

یہاں پر مرزا نے اپنے نہ ماننے والے شخص کو دائرہ اسلام ہی سے خارج کر دیا اور اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا لیکن یہی مرزا بعد میں کیا لکھتا ہے:

"میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔" (تریاق القلوب ص ۱۳۰)

حیرت اس بات پر ہے کہ کہیں تو نہ ماننے والے کو کافر کہا جاتا ہے اور پھر یاد نہ رہا تو کہہ دیا

کہ مجھے نہ ماننے والا کافر نہیں ہو سکتا۔ کیا ایسے انسان کو نبی تسلیم کیا جاسکتا ہے جس کو یہ خبر نہیں کہ میں کل کیا کہہ چکا ہوں۔ کیا لکھتے وقت اسے خدا نے یہ بھی نہیں بتایا کہ مرزا تم غلط لکھ رہے ہو؟ تم پہلے کچھ اور فتوی دے چکے ہو۔

اب دیکھئے انگریزوں نے مرزا غلام احمد کو اپنے وسیع تر مفادات کی خاطر کس طرح استعمال کیا۔

جب ہم قرآن پاک کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں بے شمار ایسی آیات ملتی ہیں جو جہاد کا درس دیتی ہیں۔ جہاد کا مقصد قتال ہی نہیں بلکہ لوگوں کی اصلاح' انہیں راہ حق دکھانا' مظلوم کی مدد اور اپنا دفاع بھی ہے۔ جہاد کے بغیر اس شر سے لبریز دنیا میں جینا ناممکن ہے۔ جہاد امن کے لئے حد درجہ لازم ہے' لیکن مرزا کا نقطہ نظر جہاد پر یہ تھا کہ:

"میں نے مخالفت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو ۵۰ الماریاں بھر سکتی ہیں میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں۔" (تریاق القلوب ص ۲۷-۲۸)

میری مجبوری یہ ہے کہ میں مضمون لکھ رہا ہوں نہ کہ کوئی کتاب ورنہ اس طرح کے بے شمار حوالہ جات صفحہ قرطاس کے سپرد کرتا۔

۱۹۲۹ء میں راج پال نامی شخص نے نبی پاک ﷺ کے خلاف ایک کتاب "رنگیلا رسول" تحریر کی اور غازی علم الدین شہیدؒ نے اس کو قتل کردیا۔ اس موقع پر مرزا نے "الفضل" میں کیا لکھا' ملاحظہ ہو:

"وہ نبی بھی کیسا نبی ہے جس کی عزت کو بچانے کے لئے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں ۔۔۔۔ وہ لوگ جو قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں وہ مجرم ہیں۔"

کچھ ہی عرصے بعد یوں ہوا کہ مرزا کا ایک قریبی بندہ مولوی عبدالکریم' مرزائیت سے تائب ہوا اور مرزا پر تنقید کرنے لگا تو میاں محمود (مشہور قادیانی) نے "الفضل" میں ہی یہ کہا:

"اپنے دینی اور روحانی پیشوا کی معمولی ہتک بھی کوئی برداشت نہیں کرسکتا ۔ اس قسم کی شرارتوں کا نتیجہ لڑائی جھگڑا حتی کہ قتل و خونریزی بھی معمولی بات ہے۔"

اسی سال ایک نوجوان مرزائی محمد علی نے مولوی عبدالکریم اور ان کے ایک ساتھی محمد حسین پر حملہ کیا جس میں محمد حسین شہید ہوگئے جبکہ مولوی عبدالکریم زخمی ہوگئے۔ ملزم محمد علی کو پھانسی ہوئی اور اسی مرزا غلام احمد نے محمد علی کے جنازے کو کندھا دیا۔

اس واقعہ سے آپ مرزا غلام احمد کی ذہنیت کے بارے میں واضح طور پر جان سکتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کے دشمن کے قتل پر افسوس کرتا ہے اور اپنے دشمن کے قتل پر خوشی کا اظہار کرتا ہے اور مجرم سے ہمدردی بھی کرتا ہے اور اس کو

باقی صفحہ ۲۰ پر

بقیہ قادیانی جماعت

تھا۔ اسی قسم کی بلا قادیاں میں بھی پیدا ہو جائے گی۔"

(د) حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) فرماتے کہ میں جماعت کے لئے دعا کررہا تھا کو یہ الہام ہوا۔

(۱) زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔ (۲) فیسحقھم تسحیقا "یعنی ان کا اس گمراہی کی وجہ سے پیس ڈالا جائے گا"۔ (تذکرہ صفحہ ۵۱۲)

"سو جس طرح قادیاں سے اس محمودی جماعت کو اکھاڑ کر پھینکا گیا ہے وہ اب تاریخ کا حصہ ہے خود میاں محمود احمد نے وہاں سے برقعہ پہن کر عورت کا بھیس بدل کر بھاگ کر جان بچائی تھی"۔ (فتح حق صفحہ ۴۷-۴۸ از ممتاز احمد فاروقی شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ۱۹۶۰ء)

اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب کا یہ الہام کہ قادیان میں یزیدی لوگ رہتے ہیں۔ اور یہ کہ وہاں سے یزیدی لوگ نکال دیئے جائیں گے۔ اگر یزیدی لوگوں سے مراد قادیانی ہیں تو بلاشبہ یہ الہام حرف بہ حرف صحیح نکلا جیسا کہ ممتاز فاروقی صاحب نے لکھا چنانچہ ۱۹۱۳ء میں وہاں سے لاہور نکال دیئے گئے اور ۱۹۴۷ء میں مرزا محمود کی جماعت کو جلا وطن کیا گیا۔ اور اگر اس سے مرزا کے مخالفین مراد ہیں۔ تو اس الہام کی تکذیب واقعات سے ہوجاتی ہے۔

قادیان کے بارے میں مرزا صاحب کے اور الہامات بھی ہیں۔ مگر ہم آج کی بحث میں انہی چار نمبروں پر اکتفا کرتے ہوئے قادیانیوں کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں۔ کہ جب مرزا صاحب کے "الہامات" قادیاں کے بارے میں غلط ثابت ہوئے۔ جو مرزا صاحب کے بقول "ارض حرم" اور "رسول کا پایہ تخت" تھا۔ اور وہ دارالحرب اور دارا لکفر ہی رہی۔ اور ان کے الہام ان کی جماعت کے بارے میں کیسے سچے ثابت ہوسکتے ہیں؟

تقدیر الٰہی کا فیصلہ ہر مرزائی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے پیش گوئی کے طور پر جو دعوی بھی کیا ہے واقعات ہمیشہ اس کے برعکس ظہور پذیر ہوں گے۔ اس لئے اگر مرزا صاحب کی کوئی پیش گوئی ایسی ہے کہ ان کی جماعت دنیا بھر کے مسلمانوں پر غالب آئے گی تو اس کا مفہوم اس کے سوا کچھ نہیں کہ قادیانی ہمیشہ خائب خاسر اور ناکام نامراد رہیں گے۔

مردود کہیں کا!

محمد طاہر رزاق ـــ لاہور

چوہدری اللہ بخش اپنے گاؤں کا نمبردار تھا۔ پانچ مربع زمین کا مالک تھا۔ خدا تعالیٰ نے پانچ بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا تھا۔ ذات کا راجپوت تھا۔ اس کی زندگی بڑے ٹھاٹھ سے گزر رہی تھی۔ پورے گاؤں میں اس کا بڑا احترام کیا جاتا تھا۔ پنچایت میں اس کے فیصلے کو آخری فیصلہ مانا جاتا تھا۔ ایک دن چوہدری اللہ بخش اپنی بڑی بیٹی سے ملنے ضلع جھنگ کے قصبہ اٹھارہ ہزاری گیا۔ جب ہفتہ بھر واپس نہ آیا تو گھر والوں کو سخت تشویش ہوئی۔ بڑا بیٹا باپ کا پتہ کرنے بہن کے گھر پہنچا اور حیرت کے مارے اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا' جب اس کی بہن نے اسے بتایا کہ ابا جان تو ہمارے گھر آئے ہی نہیں۔ چوہدری کی بیٹی کا غم کے مارے برا حال ہو گیا۔ وہ روتی دھوتی فوراً" بھائی کے ساتھ ماں کے گھر آ گئی۔ چوہدری کا گھر غم کدہ بنا ہوا تھا۔ بچے رو رہے تھے۔ بیوی پہ سکتہ طاری تھا۔ چوہدری کے گم ہونے کی خبر سارے گاؤں میں پھیل گئی اور سارا گاؤں چوہدری کے گھر دوڑ آیا۔ گاؤں کے بزرگ چوہدری کی گمشدگی پر مختلف خدشات کا اظہار کر رہے تھے۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ اسے کسی نے قتل نہ کر دیا ہو لیکن دوسرا اس کی اس سوچ کو یہ کہہ کر ختم کر دیتا کہ چوہدری کو تو کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ کوئی کہتا کہ کہیں اسے اغواء برائے تاوان نہ کر لیا گیا ہو' لیکن دوسرا اس کی بات کو یہ کہہ کر رد کر دیتا کہ اگر کسی نے اغواء برائے تاوان کیا ہوتا تو وہ فوراً" اہل خانہ سے رقم کا مطالبہ کرتا۔ گاؤں کے لوگوں کو اس بات کا سب سے شدید خدشہ تھا کہ وہ کہیں حادثہ کا شکار نہ ہو گیا ہو۔ اس لئے گاؤں کے ایک بزرگ نے آٹھ نوجوانوں کی ڈیوٹیاں لگائیں کہ وہ مختلف شہروں کے ہسپتالوں اور تھانوں سے رابطہ کریں۔

گاؤں کے نوجوان حاصل کردہ ہدایت لے کر مختلف شہروں کے ہسپتالوں اور تھانوں میں پھرتے رہے لیکن چوہدری اللہ بخش کا کوئی سراغ نہ ملا۔

چوہدری کو گم ہوئے ایک مہینہ گزر چکا تھا۔

ایک روشن صبح گاؤں کے لوگ اپنے کھیتوں میں کام میں مگن تھے۔ عورتیں مردوں کا ہاتھ بٹا رہی تھیں۔ بھینسیں گاؤں کے تالاب میں نہا رہی تھیں۔ اسکول جانے والے بچے اپنے بستے گلے میں لٹکائے اسکول کی جانب رواں دواں تھے کہ گاؤں کے کچھ بچے بھاگے بھاگے شور مچاتے چوہدری کے گھر داخل ہوئے۔ وہ اونچی اونچی آواز میں کہہ رہے تھے۔

"چوہدری آ گیا ہے' چوہدری آ گیا ہے"۔

یہ خوش کن آواز گاؤں میں پڑتے ہی چوہدری کے بیوی بچے باہر کی جانب بھاگ اٹھے اور اچانک وہ کیا دیکھتے ہیں کہ واقعتاً" چوہدری چلا آ رہا ہے۔ مارے خوشی کے انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ چوہدری کے ساتھ ایک سفید داڑھی والا بزرگ شخص بھی چلا آ رہا ہے۔ سب بچے دوڑے اور باپ سے لپٹ گئے۔ سب کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے جو بے تحاشا بہے جا رہے تھے۔ چوہدری کی آمد کی خبر پورے گاؤں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ اپنے کام کاج وہیں پر چھوڑ کر چوہدری کو دیکھنے کے لئے بھاگے۔ سب حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے چوہدری کو دیکھتے اور بغل گیر ہو جاتے۔ لوگ چوہدری کے ساتھ آئے بزرگ کو دیکھ کر حیران ہوئے' جس کی عمر سو سال کے لگ بھگ تھی لیکن صحت بہت اچھی اور اعصاب مضبوط تھے اور پہلی نظر دیکھتے ہی وہ بزرگ کوئی ہوشیار آدمی محسوس ہوتا تھا۔ گھر والوں نے چوہدری سے پوچھا' ابا! ہمارا تو رو رو کر برا حال ہو گیا تم اتنے دن کہاں رہے رہو؟ .... یہ بزرگ کون ہے؟ چوہدری نے کہا کہ یہ بزرگ میرے محسن ہیں اور میں کہاں رہا' اس کی تفصیل کل مجمع عام میں سناؤں گا۔

اگلے دن چوہدری نے پورے گاؤں کی دعوت کی' دیگیں پکائیں' چوہدری کی حویلی کا تقریباً" تین کنال کا صحن لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ ایک کرسی پر چوہدری بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ والی ایک بڑی سی کرسی پر وہ بزرگ بیٹھا تھا۔ چوہدری نے سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کہاں گیا تھا اور میرے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا اس نے کہا:

" میں اپنی بیٹی سے ملنے بس میں سوار اٹھارہ ہزاری جا رہا تھا۔ میری خوش قسمتی کہ بس میں میری ساتھ والی نشست پر یہ بزرگ تشریف فرما تھے۔ ان کا میرے ساتھ بیٹھنا میری فیروز بختی کا باعث بن گیا۔ انہوں نے میرے مقدر کو بدل دیا۔ انہوں نے مجھے جہنم سے بچا لیا۔ دوران سفر انہوں نے مجھے بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور ان کی قبر کشمیر میں ہے۔ احادیث نبوی میں

جس مسیح موعود کے نزول کا بتایا گیا ہے' وہ مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی ہے' جس کا ظہور قادیان میں ہوا ۔۔۔ اور وہی امام مہدی ہیں۔ انہوں نے مجھے نصیحت فرماتے ہوئے کہا کہ اگر تم اپنے ایمان کی سلامتی چاہتے ہو تو اس مسیح موعود اور امام مہدی کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ۔ یہ مجھے ساتھ لے کر ربوہ چلے گئے اور میں نے مسیح موعود کے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور پھر مجھے تعلیم و تربیت کے لئے ایک مہینہ ربوہ میں روک لیا گیا تاکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات میرے ذہن میں واضح ہو جائیں۔ ایک مہینے میں میری تعلیم و تربیت کا بھرپور اہتمام کیا گیا۔ دوستو! یہ بزرگ میرے محسن ہیں' میں ساری زندگی ان کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتا' اگر یہ مجھے نہ ملتے تو میری آخرت برباد ہو جاتی اور میں جہنم کا ایندھن بن جاتا۔

میں نے آج یہ محفل اس لئے سجائی ہے اور ان بزرگوں کو اس ضعیف العمری میں تکلیف دے کر اس لئے ساتھ لایا ہوں کہ مجھے تمہاری آخرت کی بھی فکر ہے۔ آخر تم سب میرے دوست اور عزیز و اقارب ہو' لہٰذا میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تم سے التماس کرتا ہوں کہ تم مرزا قادیانی کی مسیحیت' مہدیت اور نبوت پر ایمان لے آؤ۔ اگر کوئی علمی شبہات ہوں تو جوابات کے لئے یہ بزرگ حاضر ہیں' جنہوں نے اپنی آنکھوں سے مرزا صاحب کی زیارت کی ہے اور ان کے ساتھ اپنی زندگی کا ایک حصہ گزارا ہے اور یہ ان کی نبوت کے عینی شاہد ہیں۔"

گاؤں کے لوگ اگرچہ غریب تھے اور چوہدری کے کئی احسانوں کے زیربار بھی' لیکن چوہدری کی اس کفر و ارتداد پر مبنی تقریر نے ان کے تن بدن میں آگ لگا دی۔ انہوں نے چوہدری پر بے شمار لعنتیں بھیجیں اور اس کے بزرگ پر بھی لعن طعن کی اور وہیں پر چوہدری کے سوشل بائیکاٹ کا اعلان کیا۔ گاؤں کے علماء نے چوہدری کو مرتد قرار دے دیا۔ چوہدری کے بیوی بچوں نے اس سے اپنا تعلق ختم کر لیا اور اسے گھر سے نکال دیا۔ اس کے دوستوں نے اس سے یارانے توڑ لئے۔ وہ لوگ جو چوہدری کو کبھی اپنی پلکوں پر بٹھاتے تھے' اب اس سے بات کرنے کو بھی تیار نہیں تھے۔ چوہدری گھربار چھوڑ کر اپنے مربعوں پر چلا گیا اور وہاں ایک مکان بنا کر قادیانی بزرگ کے ساتھ رہنے لگا۔ وہ صبح شام قادیانی بزرگ کی خدمت میں مست رہتا۔ اس کی ٹانگیں دباتا' اس کی مالش کرتا' اس کے کپڑے انتہائی عقیدت سے اپنے ہاتھوں سے دھوتا' اس کے جوتے پالش کرتا' اس کے لئے بازار سے بہترین سے بہترین فروٹ لاتا' اس کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ کھانے پکاتا جو شاید کسی رئیس کے دسترخوان پر بھی موجود نہ ہوتے ہوں۔ قادیانی بزرگ بھی کھانوں کو یوں صاف کرتا جیسے بکری چوکر کو صاف کرتی ہے۔

ایک دن چوہدری نے قادیانی بزرگ کے لئے چار مختلف کھانے پکائے اور کھانا پکانے کا حق ادا کر دیا اور قادیانی بزرگ نے کھانے کا حق ادا کر دیا۔ قادیانی بزرگ پیٹ کا منکا منہ تک بھرنے کے بعد چارپائی پر لمبا ہو گیا۔ آدھی رات کو اس پر ہیضے نے حملہ کر دیا اور اچانک الٹے پاخانے اور الٹیاں آئیں کہ وہ صبح سے پہلے عزرائیل کا شکار ہو گیا۔ چوہدری اس کی موت پر آٹھ آٹھ آنسو رویا۔ اس نے اس کی لاش پر یوں بین کئے جیسے اس کے پانچ بیٹے اکٹھے فوت ہو گئے ہوں۔ اس نے اس کی غلاظتیں اپنے ہاتھوں سے صاف کیں' اسے نہلایا اور دو گھوڑا مارکہ بوسکی کا کفن پہنایا اور اپنے ہاتھوں سے قبر کھود کر اسے گاؤں کے قبرستان میں رات کو دفن کر دیا۔ صبح اٹھتے ہی چوہدری شہر چلا گیا اور دو من تازہ گلاب کے پھول لے آیا اور سارے پھول قادیانی بزرگ کی قبر پر سجا دیئے۔ قبر دیکھنے میں یوں محسوس ہوتی جیسے پھولوں کا پہاڑ ہو' اس کے بعد چوہدری نے ان پھولوں پر بہترین خوشبویات چھڑکیں جن سے سارا قبرستان مہک اٹھا۔ گاؤں کے چند چرواہے جب اپنی بھیڑ بکریاں چراتے ہوئے قبرستان سے گزرے تو چوہدری نے انہیں دیکھ کر ان سے کہا "دیکھو یہ قبر مرزا صاحب کے "صحابی" کی قبر ہے۔ دیکھو یہ کتنی حسین اور دلنشین ہے۔ دیکھو اس سے کتنی خوشبوؤں کے قافلے اٹھ رہے ہیں۔ یہ قبر اوپر سے جتنی خوبصورت ہے' اندر سے بھی اتنی ہی خوبصورت ہے' جس طرح اس قبر کے اوپر سے خوشبو کی ہوائیں اٹھ رہی ہیں' اسی طرح یہ قبر اندر سے بھی مہک رہی ہے۔ مجھے تو یہ قبر دیکھ کر جنت کی یاد آ رہی ہے۔ بھلا جنت کی یاد کیوں نہ آئے اس میں ایک جنتی جو سو رہا ہے۔ آؤ جس نے دنیا میں جنت دیکھنی ہے اس کی قبر کو دیکھ لو ۔۔ اور جو جنت میں جانا چاہتا ہے اس صاحب قبر سے تعلق پیدا کر لے۔"

چرواہوں نے یہ باتیں آ کر گاؤں کے چوپال پر سنا دیں اور پھر یہ خبر پورے گاؤں میں گھوم گئی۔ رات کو گاؤں کے بڑوں کا اجلاس ہوا اور انہوں نے اس صورتحال پر خوب غور کیا۔ انہوں نے ڈپٹی کمشنر کو درخواست دی کہ مذہبی نقطہ نظر سے کوئی غیر مسلم مسلمانوں کے قبرستان میں اپنا مردہ دفن نہیں کر سکتا۔ ہمارے گاؤں کے قبرستان میں ایک قادیانی مرتد کو دفن کر دیا گیا۔ برائے مہربانی اس کو فوری طور پر قبرستان سے نکالا جائے۔ ڈپٹی کمشنر نے درخواست منظور کرتے ہوئے فوری طور پر قادیانی مردے کو مسلمانوں کے قبرستان سے

نکالنے کا حکم جاری کردیا۔ بڑی تعداد میں گاڑیوں میں سوار پولیس گاؤں کے قبرستان میں پہنچ گئی۔ انتظامیہ کے اعلیٰ افسر بھی ساتھ تھے۔ پورا گاؤں اور اردگرد کے دیہاتوں سے ہزاروں مسلمان قبرستان میں پہنچے ہوئے تھے۔ چوہدری بھی لاش وصول کرنے کے لئے وہیں کھڑا تھا۔ وہ سخت غصہ میں تھا لیکن کچھ کر نہ سکتا تھا۔ اس نے غصہ میں گاؤں کے لوگوں سے کہا:

" دیکھنا ابھی میرے پیرو مرشد اور مرزا غلام احمد قادیانی کے "صحابی" کی قبر کھلے گی اور قبر سے ایسی خوشبوئیں نکلیں گی کہ فضائیں معطر ہوجائیں گی' خوشبو سے لدی ہوائیں ماحول پر ایک مستی طاری کردیں گی' بدبختو! جنت تو تمہارے مقدر میں نہیں' آج دنیا میں جنت کی ٹھنڈی ہواؤں کو محسوس کرلو۔ جمیو! تمہاری آنکھوں کو تو بہشت بریں دیکھنا' نہیں آج دنیا میں ہی جنت کا ٹکڑا دیکھ لو۔"

موقعہ پر موجود تھانیدار نے چوہدری کو خاموش کرایا اور اس نے چار چوہڑوں کو حکم دیا کہ قبر کو کھول دو۔ قبر کھلنے کا منظر دیکھنے کے لئے لوگ قبر پر دیوانہ وار گر رہے تھے۔ سینکڑوں لوگ اردگرد کے درختوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ چوہڑوں نے قبر سے مٹی ہٹائی۔ سامنے اب قبر پر پتھر کی سلیں پڑی تھیں۔ جب قبر سے پہلی سل ہٹائی گئی تو بھک کرکے بدبو کا ایک ایسا بگولہ نکلا کہ لوگوں کے دماغ پھٹنے لگے۔ شدت بدبو سے لوگوں کی آنکھوں سے پانی نکل آیا۔ درجنوں لوگ قے کرنے لگے۔ لوگ قبر سے دور دوڑنے لگے۔ ہر طرف سے توبہ توبہ کی صدا اٹھنے لگی' کئی لوگ خوف خدا سے رونے لگے۔ کمزور دل لوگ قبرستان سے بھاگنے لگے' چوہدری کا بھی بدبو سے برا حال تھا' وہ بار بار قے کررہا تھا۔ بدبو کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے پانی نکل کر اس کے رخساروں پر بہہ رہا تھا اور شدت بدبو سے بچنے کے لئے اس نے اپنی ناک کو رومال سے زور سے پکڑ رکھا تھا۔ بدبو اور تعفن اتنا شدید تھا کہ چوہڑوں نے لاش نکالنے سے انکار کردیا' لیکن جب ڈی سی صاحب نے ہر چوہڑے کو پانچ پانچ سو روپے انعام دینے کا وعدہ کیا تو چوہڑے راضی ہوگئے' انہوں نے جب باقی سلیں ہٹائیں تو قبر سے بدبو کے ایسے ہولناک طوفان اٹھ رہے تھے کہ گاؤں کی عورتیں اپنے گھروں میں اس بدبو سے بے حال ہورہی تھیں۔ چوہدری ابھی تک ڈھیٹ بنا قبر کے کنارے کھڑا تھا' چوہدری نے جب قبر میں جھانک کر دیکھا تو پوری قبر انتہائی خوفناک کیڑوں سے بھری پڑی تھی' جو بجلی کی سرعت سے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ جب چوہڑوں نے لاش کو قبر سے باہر نکالا تو چوہدری سمیت سینکڑوں لوگوں نے دیکھا کہ کیڑے نصف لاش ہضم کرچکے تھے۔ کیڑے لاش کی ناک سے داخل ہوکر منہ سے باہر نکل رہے تھے۔ کیڑوں نے ساری لاش میں اس طرح سوراخ کر رکھے تھے جیسے کسی ماہر کاریگر نے ڈرل مشین سے سوراخ کئے ہوں۔ آدھی سے زیادہ زبان کھائی جاچکی تھی۔ پورے ہونٹ کیڑوں کی غذا بن چکے تھے۔ جسم اس طرح کالا ہوچکا تھا جیسے گرم سلاخوں سے داغا گیا ہو۔ پوری لاش سے انتہائی بدبودار پانی نچڑ رہا تھا۔ چوہڑوں نے لاش کو قبر سے نکالنے کے بعد ایک بڑی سی بوری میں بند کردیا اور پھر تھانیدار نے چوہدری کو مخاطب کرکے کہا:

" چوہدری! یہ پڑی ہے تمہاری ملکیت! اسے وصول کرو اور جلد از جلد اسے اپنی زمین میں دفن کرلو کیونکہ بیماریاں پھیلنے کا سخت خطرہ ہے۔"

چوہدری ساکت جامد کھڑا تھا ..... گویا چوہدری نہیں کوئی بت کھڑا ہے .... تھانیدار نے اسے دو مرتبہ ہلا کر بلایا لیکن وہ خاموش رہا ....اور پھر جب تھانیدار نے اسے زور سے ہلایا تو وہ دھڑام سے زمین پر گر گیا ـــــ وہ سجدے کی حالت میں تھا ـــــ وہ خدا سے چیخ چیخ کر معافی مانگ رہا تھا .... اس کے پورے جسم پر لرزا طاری تھا........ تھانیدار نے جب اسے اٹھایا تو وہ کہہ رہا تھا:

"میرے کریم مالک! تو باپ سے زیادہ کریم ہے ـ تو ماں سے زیادہ رحیم ہے ـ میں تیری رحمت پہ صدقے ـــ میں تیرے کرم پہ قربان .....تو نے میری ہدایت کے لئے کتنا بڑا سامان کیا ....اگر میں اپنی بقیہ زندگی کی ساری ساعتیں تیرے حضور سجدے میں گزاروں تب بھی تیرا حق ادا نہ ہوگا ....میں نے تجھ سے بغاوت کی لیکن تو نے مجھ پر رحمت کی ......میں نے تجھ سے جفا کی لیکن تو نے مجھ سے وفا کی ..... میں نے تجھے چھوڑا لیکن تو نے اپنا دست کرم مجھ سے نہ کھینچا ...... میں فاتر العقل قادیانیت کے جہنم میں کود گیا........ لیکن تیری رحمت کے ہاتھوں نے مجھے اٹھا کر دوبارہ گلشن اسلام میں پہنچادیا۔"

پھر چوہدری نے غضبناک آنکھوں سے لاش کی طرف دیکھا اور بھرپور قوت سے ٹھڈا مارتے ہوئے کہا:

"مردود کہیں کا۔"

اور پھر آتشیں لہجے میں تھانیدار سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا:

"میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اسے ربوہ لے جاؤ یا کتوں کے آگے ڈال دو۔"

○

اسلامی معاشرت

مولانا احتشام الحسن کاندھلوی

جس مسلمان کے پاس کچھ سرمایہ ہو جائے یا خوش قسمتی سے کوئی معقول ملازمت مل جائے اس کے یہاں بجائے شکرانہ نعمت الٰہی کے ان آلات لہو لعب کا ہونا ضروری ہے۔ گویا یہ بھی آسودگی کی علامت ہے اور ترقی کا معیار ہے۔ پھر گھر کے چھوٹے اور بڑے مرد اور عورت، لڑکے اور لڑکیاں، باپ، بھائی، بیٹے اور بیٹیاں غرض سب مل جل کر ان کے ذریعہ عشقیہ غزلیں، فحش گانے اور گندہ مذاق سب ہی کچھ سنتے ہیں اور محظوظ ہوتے ہیں، گانے والیوں کو داد دی جاتی ہے۔ فحش باتوں پر ہنسی اور قہقہے لگائے جاتے ہیں، نہ بڑوں کا ادب ملحوظ ہوتا ہے نہ چھوٹوں کا پاس، سب ایک ہی قسم کے جذبات میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں اور ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے۔ وہ وقت، بیشک تفریح اور دلچسپی سے گزر جاتا ہے مگر یہ وقتی تفریح آئندہ بڑے مفاسد کا پیش خیمہ بن جاتی ہے، نتیجہ یہ کہ:

(الف) بڑوں کا ادب کافور ہو جاتا ہے۔

(ب) شرم و حیاء غیرت و حمیت مفقود ہو جاتی ہے۔

(ج) باہمی برتاؤ میں بڑے چھوٹے باپ بیٹے کا امتیاز نہیں رہتا۔

(د) تلاوت قرآن پاک، ذکر الٰہی، درود و استغفار جو ہزاروں رحمتوں اور برکتوں کا باعث ہیں طبیعت ان سے بھٹک کر بیہودہ مشاغل کی عادی ہو جاتی ہیں۔

(س) جو وقت مذہبی معلومات، علمی تحقیقات میں گزرنا چاہئے تھا وہ ان فضولیات میں گزرتا ہے۔

تھیٹر، سینما، بائسکوپ:

جن میں وہ حیاء سوز غیرت شکن مناظر پیش کئے جاتے ہیں جو شرافت و انسانیت کا یکسر خاتمہ کر دیتے ہیں۔ نوجوانوں، بچوں، بوڑھوں مردوں، عورتوں سب کے لئے یہ شوق اتنا عالمگیر ہو گیا ہے کہ جزو حیات اور زندگی کا لازمی مشغلہ شمار ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ آزاد خیالی ہے مگر در حقیقت گھر پھونک تماشہ دیکھ "کا پورا مصداق ہے"۔ دولت تو برباد ہوتی ہے ساتھ ساتھ شرافت و انسانیت کا بھی خون ناحق ہوتا ہے۔

ان کھیلوں میں یہ بات منظر عام پر آجاتی ہے جس کو اس ماحول سے نکلنے کے بعد بر سر بازار کوئی رذیل آدمی بھی دیکھنا گوارہ نہیں کر سکتا۔ تعجب ہے جو مناظر بر سر بازار شرافت و انسانیت کے سراسر خلاف ہیں وہ سینما ہال میں کیوں کر مستحسن ہو جاتے ہیں۔ سخت حیرت ہے اگر اس قسم کی کوئی نازیبا حرکات کسی کی بہو بیٹی کے سامنے کر بیٹھے تو انتہائی کمینہ پن اور رسوائی کی بات ہے جو ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ مگر انہیں حرکات نازیبا کو بہو بیٹیوں لڑکوں اور لڑکیوں کو خود لے کر سینما دکھانا عین شرافت اور تہذیب و تمدن کی ترقی سمجھا جاتا ہے یہ فلسفہ ہی نرالہ ہے یا دماغ کی بے شعوری کا نتیجہ۔

ایک ایکٹرس اپنے حسن فروشی کے جنون میں ہر وہ حرکت کر گزرتی ہے جو نہ کرنا چاہئے تھی اس لئے کہ وہ اپنی عزت و حرمت کو مال و زر پر قربان کر کے اس میدان میں آئی ہے اب وہ جو چاہے کرے اس کو کسی ملامت کی پرواہ نہیں۔ افسوس اور حیرت ان لوگوں پر ہے جو اپنی جیب سے روپے خرچ کرتے ہیں۔ خود بھی ان رسوا کن عادتوں کو سیکھتے ہیں اور اپنے گھر والوں کو بھی سکھاتے ہیں۔ پھر اگر کوئی منچلا لڑکا یا لڑکی اس سبق کا عملی تجربہ کرنے لگتا ہے تو سر پیٹ کر روتے ہیں۔

میرے خیال میں ہر عیاشی سے بدتر شو رنگین ہے اس لئے کہ اس کے ذریعہ عیاشی کا چسکہ پیدا ہوتا ہے اور اچھی طرح اس کے طور و طریق سیکھ لیتا ہے اور اس نظری و دماغی عیاشی میں مبتلا ہو جاتا ہے جس سے کبھی بھی چھٹکارا نصیب نہیں ہوتا۔ اس راہ سے جو بے راہ روی پیدا ہو رہی ہے سراسر ہلاکت و بربادی کی طرف جاری ہے مثلاً"

(الف) عزت و حرمت، عفت و عصمت کی بربادی۔

(ب) سرمایہ دولت، سرمایہ وقت، سرمایہ زندگی (دل و دماغ کی بربادی)

(ج) صحت جسمانی و روحانی کی تباہی۔

(د) بے حیائی، بے غیرتی، بد اطواری، بدکرداری کی پوری تعلیم۔

(۳) پھر مال زر کی ہوس میں شریف زادیاں خاندانی عزت کو خاک میں ملا کر اسٹیج پر آرہی ہیں۔ کمپنی کے ایجنٹ اور دلال بہلا پھسلا کر اور سبز باغ دکھا کر ان کو تباہ و برباد کر رہے ہیں اور چند روپوں اور سکون کی خاطر یہ آتشیں کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ ضرورت زمانہ کو دیکھ کر اب تو بعض اسکولوں میں بھی اس کی باقاعدہ تعلیم شروع کر دی ہے اور مزید ہمت افزائی کا کام ہمارے ادبی رسالے انجام دے

رہے ہیں۔ ان ایکٹرسوں کی تصویریں شائع کی جاتی ہیں۔ تعریف و تعارف کرایا جاتا ہے۔ گویا بے عزتی اور بے غیرتی کی زندگی بھی کوئی بڑا کارنامہ حیات ہے جس کی جانب سے صنف نازک کو دعوت دی جارہی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ یہی رسالے' یہی تمثیلی تماشے (سینما وغیرہ) یہی ریڈیو' اصلاح کا کام بھی کرسکتے ہیں۔ بہترین تخیلات' مفید رجحانات' کار آمد جذبات پیدا کرسکتے ہیں۔ مگر ہماری بدقسمتی سے بجائے پبلک اصلاح کاروں کے یہ محض تجارتی ادارے بن گئے۔ اب لامحالہ ان کو پبلک کے رجحانات اور خواہشات کا اتباع کرنا پڑا۔ اگر عام پبلک کے رجحانات اور جذبات درست ہوتے تو ہرگز ان کو اس غلط روی کی جرات نہ ہوتی اور اصلاحی کارناموں میں پیش پیش ہوتے مگر یہاں تو حال یہ ہے کہ اگر کوئی اصلاحی طریق اختیار کرے تو اس پھیکے پکوان کا کوئی قدردان نہیں۔

فیشن صفائی و ستھرائی

تمیز و سلیقہ' معیار شرافت انسان کا خصوصی شعار ہے۔ یہ سب اوصاف ارزاں بھی میسر ہوسکتے ہیں اور گراں بھی ان کو اپنی حدود قدرت سے وسیع کرنا خود کو پریشانی میں مبتلا کرنا ہے اور محض اسراف و فضول خرچی ہے۔

یقیناً" اپنے کو پاکیزہ رکھنا معیار شرافت ہے اور جسم کو گراں بار بنانا اوچھا پن اور سراسر حماقت و نادانی ہے۔

ہم نے یورپ کو نئی نئی آرائشوں سے آراستہ پایا اور پہلے اس سے کہ ان کی آمد و خرچ کا جائزہ لیتے اپنی حالت کا ان کی حالت سے موازنہ کرتے ہم نے بھی اپنا روپ بدل ڈالا۔ مفلسی میں سرمایہ داروں کی نقالی رنگ لائی' جو کچھ شکم پروری اور تن پروری کا سامان تھا سب تن پوشی اور آرائش و زیبائش کی نذر ہوگیا۔ آج جس شخص کو بھی دیکھئے بظاہر خوش حال اور بہ باطن پریشان خاطر۔ آمدنی معقول مگر گزارہ مشکل' جو جس رتبہ پر ہے اس کی آمدنی اس کی حیثیت کے اخراجات سے بہت کم' ہزاروں روپے کماتا ہے پھر بھی اطمینان و بے فکری نصیب نہیں۔ ایک مفلس شخص اپنے لمحات زندگی بے فکری و اطمینان سے گزار سکتا ہے مگر باحیثیت شخص اپنی ضروریات زندگی کی وجہ سے ہر وقت پریشان رہتا ہے اور یہ سب نتیجہ ہے اس کا کہ ہم نے اسلامی سادہ اور ارزاں معاشرت کی ناقدری کی اور یورپ کی گراں معاشرت کو پسند کیا۔ اگر ہم اسلامی سادہ معاشرت پر قائم رہتے تو خود بھی اطمینان و سکون کی زندگی بسر کرتے اور ہم میں وہ مساوات و یک رنگی پیدا ہوتی کہ تمام اقتصادی مسائل کی الجھی ہوئی گتھیاں خود بخود سلجھ جاتیں۔

آج ہمارا معیار زندگی اس قدر بلند ہوگیا ہے کہ عوام کے ساتھ کوئی صوری مناسبت باقی نہیں رہی اور افتراق کی ایسی گہری خلیج درمیان میں حائل ہوگئی۔ جس کا پاٹنا ناممکن نظر آتا ہے۔ اب یا تو پوری قوم کے معیار زندگی کو بلند کیا جائے مگر قوم کا افلاس اس غلط اقدام کی ہرگز اجازت نہیں دیتا یا پھر اپنا معیار زندگی بدلا جائے اور اپنی اسی سادہ زندگی کو اختیار کیا جائے تاکہ پھر یک رنگی اور یک جہتی پیدا ہو۔

انبیاء کرام علیہم السلام نے باہم مساوات اسی طرح قائم کی کہ امیروں کو غریبوں کے صف میں کھڑا کردیا اور ایک کو دوسرے کا بھائی ہمدرد اور غم گسار بنادیا۔ پھر نہایت سہولت کے ساتھ دولت کی صحیح تقسیم ہوگئی اور ہر شخص کی ضروریات پوری ہونے لگیں اور تمام غریبوں کو امیر بنانا کسی کی بس کی بات نہیں۔

صحابہ کرام نے اپنی زندگی سے اس کا بہترین نمونہ پیش کیا وہاں امیرالمومنین سے لے کر ادنیٰ غلام تک ہر ایک یکساں نظر آتا ہے اور امارت و غربت کا کوئی ظاہری امتیاز نہ تھا۔ آج باپ اور بیٹے کے لباس میں فرق ہے جس کی وجہ سے چھوٹے اپنے خاندانی بزرگوں کے وقار کو خاطر میں نہیں لاتے بلکہ بسا اوقات ان کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں پاس ادب کا لحاظ و ملاحظہ سب ندارد اور فرق مراتب مفقود۔ غرض یہ ترقی معکوس وبال جان بن رہی ہے۔ اور جسے ضرورت مندوں اور محتاجوں کی خبرگیری میں صرف ہونا چاہئے تھا وہ ظاہری آرائش و زیبائش میں ضائع ہورہا ہے۔ اس غلط روی سے خود بھی ہر وقت کشمکش میں مبتلا ہیں اور دوسروں کو بھی مصائب و مشکلات کا شکار بنا رکھا ہے ظاہر پر نظر ہے اور خرابیاں نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

سب سے زیادہ ظلم اولاد پر ہورہا ہے فرط محبت یہ نادانی سے ان کی ابتدائی پرورش اس اعلیٰ پیمانہ پر کی جاتی ہے جس کی بعد میں ان کی آمدنی کسی طرح متحمل نہیں ہوسکتی۔ خیالی خواب ڈپٹی کلکٹری اور ڈپٹی کمشنری کا ہوتا ہے جس کی بنا پر سارا اثاثہ اس کے فیشن پر صرف کیا جاتا ہے۔ بعد میں بالعموم غریب کے مقدر میں دفتر کی کلرکی ہوتی ہے۔ بال بچوں کا خرچ ہوتا ہے' ماں باپ کی خدمت ہوتی ہے۔ اپنی پوزیشن اور سوسائٹی کا خیال غرض ایک جان ہوتی ہے اور ہزاروں مشکلات اور اخراجات۔ جو شخص زمانہ تعلیم میں تیس چالیس روپے ماہوار فضول خرچی کا عادی ہو وہ پچاس ساٹھ پوری خانہ داری کا بوجھ کس طرح اٹھا سکتا ہے؟ بمشکل گزارہ کرتا ہے اور عمر بھر مقدر کو روتا ہے اور کیوں نہ روئے جب کہ اس کو ان اخراجات کا عادی بنا رکھا ہے جن کو پورا کرنے کے

لئے معقول آمدنی ہی کافی ہے۔ یہ اولاد کے ساتھ محبت ہے یا دشمنی؟ اگر پیار اور محبت میں آکر بچے کے انگریزی بال رکھ دیئے اور کوٹ نیکر پہنادیا تو بظاہر تو کوئی قصور اور جرم نہیں لیکن نگاہ حقیقت میں صریح ظلم ہے۔ اس نادان بچے پر جس کی زندگی کا رخ بدل دیا گیا اور طبیعت کے رجحانات پلٹ دیئے گئے اب تو کھویا گیا اور عمر بھر کے لئے کھویا گیا۔

اس سے بڑھ کر ظلم لڑکیوں پر ہو رہا ہے ان کو فیشن کا اس قدر عادی اور شوقین بنادیا جاتا ہے اور بچپن میں اس قدر وسیع اخراجات کردیئے جاتے ہیں کہ خاوند پر بار ہو جاتی ہیں۔ خاوند کی ساری آمدنی فیشن کی نذر ہو جاتی ہے۔ ناچار نااتفاقی اور بدمزگی پیدا ہو جاتی ہے اور زندگی وبال جان ہو جاتی ہے مگر بیوی اپنے اخراجات کی اس قدر عادی ہوتی ہے کہ بسا اوقات اس کی خاطر حسن فروشی سے کام لیتی ہے اور یہ بات تو عام طور پر پائی جاتی ہے کہ اس فیشن کی خاطر مذہبی جذبات' مذہبی رجحانات' مذہبی' اخلاق' علمی باتوں سے لگاؤ کے بجائے سارا وقت بناؤ سنگھار اور آرائش و زیبائش میں گزر جاتا ہے کبھی اس کی فرصت نہیں ہوتی کہ بے فکری اور اطمینان کے ساتھ تلاوت قرآن' ذکر الٰہی یا درود و استغفار یا مذہبی تعلیم میں مشغول ہوں۔

میرا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ ایک دم معاشرت میں یہ ساری تبدیلیاں ہو جائیں۔ کشمکشائے روزگار اور موجودہ دور کی مجبوریوں سے میں بھی بے خبر نہیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس طرح بھی ہوسکے اس فساد کی اصلاح کی بھی فکر کی جائے ورنہ اگر یہ گاڑی اسی رفتار سے چلتی رہی تو اس کی انتہا یقیناً" ہلاکت و بربادی پر ہوگی۔

پھر اصل سجاوٹ باطن کی سجاوٹ ہے اخلاق و عادات کی سجاوٹ ہے۔ جس کی سجاوٹ بھی اس وقت بھلی معلوم ہوتی ہے جب باطن صاف ستھرا اور اخلاق و عادات پاکیزہ ہوں ورنہ گندگی تو گندگی رہے گی چاہے اس کو آبنوس کے مخملی صندوقچے میں رکھ دیا جائے۔

اس کے لئے سب سے پہلے اونچے طبقے کے لوگوں کو ایثار کرنا ہوگا۔ اگر اعلیٰ طبقہ ایثار اور قربانی سے کام لے اور سادہ معاشرت اختیار کرے تو ان کی عزت و آبرو اور بڑائی پر کوئی حرف نہ آئے گا اور ان کو دیکھ کر دوسرے لوگ خود بخود سادگی کی طرف مائل ہو جائیں گے۔

عورتوں کی آزادی

اور بے حجابی:

افسوس اس فتنہ عظیم کی ابتدا ہو گئی اور بڑی تیزی کے ساتھ یہ سیلاب بلا امنڈ رہا ہے' ہم جب غیر اقوام کی عورتوں کی زینت آرائے محفل اور بازاروں کی رونق دیکھا تو ان ظاہری مناظر سے متاثر ہو کر ناعاقبت اندیشی سے کام لیا اور بلا خوف و خطر اپنی بہو بیٹیوں کو اس دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا۔ یہ چنگاری وقتی طور پر ضرور خوشنما معلوم ہوتی ہے مگر انجام کار جلا کر خاکستر کردیتی ہے۔ عورت ایک گوہر بے بہا تھی جس سے مقصود شوہر کی روحانی تسکین تھی مگر اس نے منظر عام پر آکر اپنا نام قدر و قیمت کھو دیا۔ یورپ مادہ پرست ہے وہ اس روحانی جوہر کی کیا قدر کرتا چنانچہ مادی فوائد اور منافع کی خاطر جنس لطیف کو سربازار رسوا کیا۔ مسلمان کہنے والے یورپ زدہ طبقے نے اس حیاء سوز غیرت شکن چلن میں بھی تقلید کی' انہوں نے بھی اپنی بیویوں اور بہو بیٹیوں کو ایک بازاری جنس بنالینا گوارہ کرالیا اور ایک "صدائے عام" شروع ہوئی کہ قومی ترقی اس کے بغیر ممکن نہیں۔ مگر سب نے دیکھ لیا کہ شرافت اور انسانیت تو ہاتھ سے گئی بھی تھی قوم نے بھی کوئی ترقی نہیں کی۔

نہ تو انگریز بنے ہم نہ مسلمان رہے
عمر سب مفت میں کھویا کئے نادان رہے
(اکبر الہ آبادی)

جس کی نگاہ سینکڑوں کا انتخاب کرتی ہوں اور ہزاروں نگاہیں اس کی حسن و خوبی کو چراتی ہیں وہ کبھی ایک ہو کر نہیں رہ سکتی۔ ایک کا ہو کر رہنے کی اولین شرط یہ ہے کہ غیر سے نگاہیں بند ہوں۔ جب غیر نگاہوں کے ذریعے دل میں اتر گیا اور ضرور اترے گا بلا قصد اور ارادہ کے اترے گا تو پھر لطف یکتائی کہاں رہا؟ جب حقیقی لطف ہی نہیں تو تسکین روح اور اطمینان خاطر کیونکر نصیب ہو۔

یہی وجہ ہے کہ جو سکون و قرار گھر کی چار دیواری میں نصیب ہوتا تھا وہ آج بیقراری اور بے اطمینانی سے اور گھر بجائے راحت کدے کے غمکدے بن گئے۔ اگر گھریلو زندگی کا لطف کہیں باقی ہے تو انہیں گھرانوں میں خوش قسمتی سے جو اس تہذیب و ترقی سے دور ہیں۔

سخت حیرت عورتوں کی کج فہمی پر ہے کہ وہ اپنی اس ذلت و رسوائی کو ترقی اور آزادی سمجھ رہی ہیں۔ اسلام نے بیوی کو شوہر کے دل کی مالکہ اور گھر کی ملکہ بنایا تھا۔ مگر آج اس کی حیثیت تفریحی کھلونے سے زائد نہیں۔ جب دل بھر گیا بیکار کر پھینکا۔ یا پھر ایک خوبصورت تصویر ہے جس سے شوہر کے احباب دل بہلائیں۔ اگر یہی جنس کی ارزانی رہی تو پھر وہ وقت کچھ دور نہیں جب اس جنس کے خریدار بہت ہوں گے مگر قدردان کوئی نہیں ہوگا۔ یورپ کی سرزمین اس کی زندہ مثال ہے۔

○

مولانا مفتی محمد جمیل خان

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو ایک ایسی شخصیت عطا کرتے ہیں جو اس بندے کی ترجمانی یا زبان ہوتی ہے۔ اس کے علوم اور منشاء تو دوسروں تک بحسن و خوبی پہنچاتی ہے۔ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں ترجمان عطا کیا اور جس طرح حضرت شمس تبریز کو اللہ تعالیٰ نے مولانا روم کی صورت میں زبان عطا کی اسی طرح مجھے (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) محمد قاسم بطور زبان و ترجمان عطا ہوئے ہیں اور جو میرے قلب میں آتا ہے بیان کردیتے ہیں۔

یہ وہ خراج تحسین ہے جو اپنے وقت کے شیخ کامل، شیخ المشائخ اور ہندوستان میں اکثر سلسلہ تصوف کے محور شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے اپنے مرید اور تربیت یافتہ خادم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی علمی خدمات کی بناء پر معاصرین نے حجۃ الاسلام کا خطاب دیا تھا) کو پیش کیا۔ اپنے شیخ اور مرشد سے یہ اعزاز کسی بھی مرید کے لئے سب سے بڑی سند ہے اور اس کے بعد اس کو کسی اور سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں لیکن جیسا کہ حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے فرمایا تھا "حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بن کر دکھایا۔ اور اپنی ذات کو مٹا کر اپنے کو اپنے شیخ کی ذات میں سمودیا"۔ اپنے شیخ سے اتنے اونچے درجے کی داد پانے والے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کا سن ۱۲۴۸ھ ہے آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شیخ اسد علی تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم نانوتہ، دیوبند اور سہارنپور میں حاصل کی۔ دہلی اس زمانہ میں علوم دینیہ کا بہت بڑا مرکز تھا اس لئے آپ اپنے محترم بزرگ مولانا مملوک علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ۱۲۶۰ھ میں دہلی تشریف لے گئے اور وہاں درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ حدیث کے سلسلے میں اس زمانہ میں حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی پورے ہندوستان میں دھوم تھی اور تمام اساتذہ وقت انہی کے شاگرد تھے اس لئے آپ نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم خود شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ علم ریاضی اس زمانہ میں لازمی فن کی حیثیت رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس میں بڑا ملکہ عطا فرمایا کہ بڑے بڑے حساب کے سوالات اور مشق منٹوں میں حل کرنے لگے۔ آپ کے اساتذہ کرام کو آپ پر بہت زیادہ اعتماد تھا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کے حاشیہ کا کام کرتے تھے۔ جب آپ اجمیر ملازمت کے لئے چلے گئے تو حاشیہ بخاری کا عظیم کام اپنے نوجوان اور ہونہار ذہین شاگرد مولانا محمد قاسم کے سپرد کردیا۔ اس زمانہ کے علماء کرام نے اعتراض کیا کہ آپ نے اتنا عظیم کام ایک بچے کے سپرد کردیا تو آپ نے کہا اس کام کے لئے یہی بچہ لائق ہے اور اس بچے کا کام سب بزرگوں کو دکھایا تو وہ تمام بزرگ حیران ہوگئے اور آپ کی علمی مہارت اور علو شان کے قائل ہوگئے۔

بچپن میں آپ نے ایک خواب دیکھا کہ گویا آپ اللہ رب العزت کی گود میں تشریف رکھتے ہیں۔ اس خواب کا ذکر آپ نے والد محترم سے کیا انہوں نے اپنے والد سے (جو خواب کی تعبیر بتانے میں بہت مشہور تھے) اس خواب کی تعبیر معلوم کی تو انہوں نے تعبیر یہ بتائی کہ اس بچے کو اللہ تعالیٰ بہت علم عطا فرمائے گا اور یہ بہت بڑے عالم ہوں گے۔ دوران طالب علمی آپ نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ سے ہزاروں نہریں نکل کر جاری ہورہی ہیں اس خواب کا ذکر آپ نے اپنے استاد محترم مولانا مملوک علیؒ سے کیا تو انہوں نے تعبیر دیتے ہوئے کہا کہ تم سے علم دین کا فیض کثرت سے پھیلے گا۔ اس طرح ایک روز خواب آپ نے دیکھا کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کسی اونچی جگہ بیٹھا ہوں اور کوفہ کی طرف میرا منہ ہے اور ادھر سے ایک نہر ہے جو میرے پاؤں سے ٹکرا جاتی ہے اس خواب کی تعبیر مولانا محمد یعقوب صاحب نے یہ بتائی کہ تم سے مذہب حنفی کو بہت تقویت ہوگی اور اس کی خوب شہرت ہوگی لیکن شہرت کے بعد جلد اس کا انتقال ہوجائے گا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی لوگوں نے دیکھا کہ تینوں خواب حرف بحرف صحیح ثابت ہوئے۔ پہلے خواب کے مطابق آپ کو اللہ تعالیٰ نے علمی مہارت سے نوازا اور جس فن کو آپ نے دیکھا مکمل عبور حاصل کیا۔ دوسرے خواب کی تعبیر دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ظاہر ہوا اور اب تک آپ کے

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

قائم کردہ دارالعلوم دیوبند سے لاکھوں افراد علمی فیض پارہے ہیں۔ تیسرے خواب کے مطابق آپ نے اور آپ کے ساتھی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ (جن کو اپنے وقت کے امام ابو حنیفہ سے یاد کیا جاتا ہے) مذہب حنفی کی جو خدمت کی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ جلد ہی وفات بھی پاگئے۔

تعلیم کے دوران دہلی میں ہی حضرت مولانا نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے دست مبارک پر بیعت ہوگئے اور چند ہی دن میں سلوک کے منازل طے کرکے خلافت کے مرتبہ پر فائز ہوگئے۔ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کو حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے والد نے شکایت کی کہ یہ کماتے نہیں ہیں میری معاشی حالت ابتر ہے۔ آپ ہی کوئی نصیحت کریں میرے عزیز ملازمتوں کے ذریعہ کمارہے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب نے جوش سے فرمایا۔ مولوی قاسم کو کمائی کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ اس کو بہت زیادہ دے گا۔ بڑے بڑے کماؤ پوت اس کے جوتے سیدھے کریں گے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی اس پیشن گوئی کو دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا' حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک امیر شخص آیا اور مجھے اشرفیوں کی تھیلی پیش کی کہ میں اس کو کسی نیک کام میں صرف کروں یا اپنی ذات میں صرف کروں' حضرت نے جواب دیا کہ میری ذات کو اس کی ضرورت نہیں نیک کام بہت ہیں تم خود خرچ کردو۔ مالدار آدمی بہت اصرار کرتا رہا' حضرت انکار کرتے رہے آخر وہ مالدار ان اشرفیوں کی تھیلی کو حضرت کی جوتیوں کے پاس رکھ کر چلا گیا حضرت کافی دیر بعد جب باہر جانے کے لئے نکلے تو دیکھا کہ جوتیوں میں تھیلی رکھی ہوئی ہے اپنے ساتھی سے فرمایا "دیکھو ہم دنیا سے دور بھاگتے ہیں تو دنیا جوتیوں میں آتی ہے۔"

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جس جدوجہد اور برصغیر میں اسلامی تعلیمات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی اور آپ کے بعد حضرت سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ نے عملی طور پر جہاد میں حصہ لیا۔ اگرچہ یہ جہاد اپنوں کی غداری سے کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکا۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ کے بعد تحریک آزادی اور مسلمانوں میں جذبہ جہاد ابھارنے والی جماعت کی قیادت شاہ عبدالغنی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منتقل ہوئی۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کے انتقال کے بعد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اس جماعت کے امیر و قائد مقرر ہوئے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے خانقاہی نظام کے ذریعہ مجاہدین کی ایک ایسی جماعت پیدا فرمائی جس نے قرن اول کی یاد تازہ کردی۔ بقول حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ علماء حق کی اس جماعت (حاجی امداد اللہ اور ان کے رفقاء متعلقین) کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قافلے کے چند افراد رہ گئے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس دور میں پیدا فرمایا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے قافلے کی ایسی تربیت فرمائی کہ اطاعت و تسلیم کے مادے کے علاوہ تمام خواہشات نفسانی ختم کردی۔ دین و شریعت و طریقت کے ایسے جامع افراد کا اجتماع تاریخ میں بہت کم ہی اس طرح جمع ہوا ہوگا۔ شیخ ہو یا مرید پیر بھائی ہو یا بزرگ سب کے سب اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے تقویٰ اور بزرگی کا ایک ایک مرحلہ سب نے طے کیا ہوا تھا۔

۱۸۵۷ء میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جب اپنی جماعت کو مستعد و تیار محسوس کرتے ہیں تو جمع فرماتے ہیں۔ عجیب بزرگوں کا اجتماع ہے' وقت کے امام ابو حنیفہ اور فقیہ دوران حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حجتہ الاسلام پیکر علم و عمل مولانا محمد قاسم نانوتویؒ محدث اعظم مولانا عبدالغنی رحمتہ اللہ علیہ ولی کامل خضر زمان حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ شیخ طریقت وکان معرفت کے مالک حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمتہ اللہ علیہ ایک جگہ بیٹھے ہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب سب کے بڑے اور بزرگ رہنما کی طرف سب سوالیہ انداز میں دیکھ رہے ہیں۔ کوئی بہت ہی خاص معاملہ ہے کہ بیک وقت سب کو شیخ العرب والعجم نے یاد کیا ہے ادب و احترام سوال کرنے سے مانع ہے۔ حضرت شیخ گویا ہوتے ہیں۔ انگریزی فتنے نے مسلمانوں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے عزت و دولت' جان و مال علمی مراکز' مقدس مقامات' دینی ادارے' مذہبی شعائر' محترم یادگاریں سب کو پامال کرنے کی انتہا کردی ہے۔ مسلمانوں کی غلامی کی زنجیریں روزبروز مضبوط ہوتی جارہی ہیں۔ ایک ایک کرکے تاجر کے بھیس میں آئے ہوئے لٹیروں نے مسلمانوں کی دھرتی پر قبضہ کرلیا ہے۔ اب اگر علم جہاد بلند نہ کیا تو مسلمانوں کا نام و نشان اس دھرتی سے مٹ جائے گا۔ اسپین و اندلس کی تاریخ دھرائی جائے گی۔ آج مروت اور رواداری کی ظاہری باتیں ہورہی ہیں جس کا فریب کھلتا جارہا ہے اب تو بہانگ دھل اعلانیہ عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام پر تنقید کا دروازہ کھل گیا ہے جہاد کا اس سے زیادہ اور موقع کب آئے گا۔ موجودہ صورت حال کا ایک ہی علاج ہے۔ "جہاد" جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ قیامت تک جہاد جاری رہے گا کی صدائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آج ہمیں جھنجھوڑ رہی ہے۔ تم میرے تربیت یافتہ' میرے ساتھی' میرے دست راست ہو' مشورہ ہو تو جہاد کا اعلان کردیا جائے۔ اس فریضہ کی ادائیگی کا آغاز کیا جائے۔ مشورہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے'

مشورے میں برکت ہے ایک آواز ہوتی ہے۔ جہاد کا حکم امیر کے ساتھ مشروط ہے۔ "امیرالمومنین" کے بغیر جہاد کا تصور نہیں۔ کس امیر کی اطاعت میں جہاد کا علم بلند ہوگا اعتراض نہیں تھا ایک شرعی حکم کی وضاحت تھی۔ قربان جاؤں ان مبارک ہستیوں پر اندھی عقیدت و محبت نہیں حکم اگر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق تو سر آنکھوں پر ورنہ نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں کا حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے ایک آواز بلند ہوتی ہے۔ امیر موجود ہیں۔ ہم سب کے شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو ہم نے اپنے دین کا امام و پیشوا تسلیم کیا ہے۔ جہاد میں بھی آپ ہی ہمارے امیر الحمدللہ شرعی مسئلہ جہاد کا حکم اور فرضیت سے انکار نہیں لیکن جہاد استطاعت اور قوت کے ساتھ مشروط ہے۔ ہم تو بے سروسامانی کی حالت میں ہیں۔ نہ فوج ہے اور نہ اسلحہ' غلامی کی زنجیروں میں پوری مسلم آبادی جکڑی ہوئی ہے۔ ایسی بے سروسامانی میں جہاد کہیں خودکشی کے مترادف نہ ہوجائے۔ اعتراض معقول۔ بات بھی درست ہے۔ حضرت شیخ اور امیر محترم بھی سوچ میں پڑگئے امیر بننا آسان لیکن ذمہ داری نبھانی مشکل ہے کل قیامت کے دن سوال ہوگا۔ میرے بندوں کا خون کیوں اس طرح ارزاں بہا دیا آخرت کے سوال کے خوف نے شیخ کو تذبذب میں ڈال دیا ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ نوجوان محمد قاسم کھڑے ہوتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں امیر محترم مرشدی اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں۔ ضرور بیٹا ضرور۔ مشورہ کا مقصد ہی سب کی آراء سن کر فیصلہ کرنا ہے امیر محترم۔ مرشد کامل بے سروسامانی اپنی جگہ بجا لیکن کیا ہم اصحاب بدر رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ بے سروسامان ہیں۔ کیا ان سے زیادہ ضعیف اور کمزور ہیں۔ میرے محبوب کے جانثاروں نے جب بے سروسامانی کو نہیں دیکھا بلکہ نصرت خداوندی کے بھروسے پر میدان بدر میں اترے تو ہم بھی انہی جانثاروں اور شیدائیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں' ہمارے لئے ان کی سنت مشعل راہ ہے' کیونکہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم ستاروں کے مانند ہیں جن کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ ہم نے سازوسامان سے نہیں بلکہ نصرت خداوندی سے جہاد کرنا ہے اپنی استطاعت کی تیاری کرکے جہاد شروع کردیا جائے' کامیابی کی صورت میں غازی ورنہ شہادت کا اعلیٰ مرتبہ۔ نوجوان قاسم کی جذبات بھری تقریر تھی یا شیخ طریقت کے دل کی آواز آئی۔ جزاکم اللہ۔ الحمدللہ۔ تم نے میری دل کی بات کہدی انشراح صدر (اطمینان قلب) ہوگیا۔ اے قاسم خدا نے تمہیں میری زبان بناکر بھیجا ہے تم نے ترجمانی کا حق ادا کردیا۔ امیر محترم کا یہ خراج تحسین اور جہاد کے اعلان نے مولانا قاسم نانوتوی اور دیگر بزرگوں کے دلوں میں حرارت پیدا کردی۔ امیر جہاد کا انتخاب عمل میں آچکا تھا۔ مولانا نانوتوی (نوجوانی کے باوجود اپنی بصیرت اور مجاہدانہ کردار و تربیت کی بناء پر) سپہ سالار مقرر ہوئے اور فقیہ دوران حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ منصب قضا پر فائز ہوئے قصبہ تھانہ بھون کو دارالاسلام قرار دے کر جہاد آزادی کا اعلان کرایا گیا۔ میرٹھ کے بعد دہلی میں بھی جہاد کا آغاز ہوگیا۔ مجاہدین جو زیر زمین اپنی سرگرمیوں میں مصروف تھے حضرت میرٹھ' تھانہ بھون' شاملی اور دہلی کے اطراف کے کچھ علاقے مسلمانوں کے زیرنگیں آگئے۔ شاملی کے میدان میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب' حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی' حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی' حضرت مولانا محمد تھانوی' حضرت حافظ ضامن شہید اور دیگر علماء کرام بنفس نفیس مجاہدانہ انداز میں صف اول میں برسرپیکار گولیوں کی بوچھاڑ میں خدا کی مدد کی توقع پر پرعزم میدان میں ڈٹے ہوئے۔ لیکن مسلمانان ہند کی بے حسی اور عدم توجہ اور ہندوؤں کی غداری اور مخبری نے مسلمانوں کے اس عظیم مشن کو کامیابی سے دور کردیا۔ حافظ ضامن شہید' قاضی عنایت اللہ خان' مولانا عبدالرحیم اور ہزاروں مسلمانوں کی شہادت سینکڑوں علماء کرام کی گرفتاری اور بے شمار رہنمایاں علماء کرام و مشائخ عظام کی روپوشی پر تحریک آزادی کی یہ شمع دھیمی پڑگئی۔ انگریزی فوج تھانہ بھون میں داخل ہوئی پوری بستی کو تہہ تیغ کردیا۔ گھروں پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگادی۔ ایک ہی دن میں پورا تھانہ بھون مٹی کا ڈھیر ہوگیا۔ لوٹ مار کا ایسا بازار گرم کیا کہ چنگیز کے مظالم لوگ بھول گئے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی" کو وارنٹ گرفتاری کی بناء پر ہجرت مکہ مکرمہ اختیار کرنا پڑی جبکہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی' حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وارنٹ کی بناء پر روپوش گئے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ تین دن کی روپوشی کے بعد باہر تشریف لے آئے۔ ساتھیوں نے عرض کیا ابھی خطرہ ہے اس طرح آپ کھلے بندوں نہ نکلیں آپ کو گرفتار کرکے قتل کردیا جائے گا۔ مصلحت یہ ہے کہ آپ روپوش رہیں۔ حضرت مولانا نانوتوی نے جو جواب دیا اتباع سنت کی وہ نادر مثال ہے' جس کو تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے آپ نے فرمایا "تین دن سے زیادہ روپوش رہنا میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے۔ آپ نے "غار ثور" میں صرف تین دن کی روپوشی اختیار فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کی اتباع سنت کی اس ادا کو پسند فرمایا اور آپ اس برکت سے انگریزوں کی دست برد سے محفوظ رہے بہرحال اس تحریک کی ناکامی نے انگریزوں کے حوصلے بلند

کردیئے۔ ان کے دانشوروں نے اس پر واضح کردیا کہ مسلمان تمہارے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے ان کا ایک ہی علاج ہے یا تو ان کا نام و نشان اس دھرتی سے مٹادو یا ان کے دلوں سے قرآن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اتباع کے جذبات کو ختم کردو۔ جب تک ان کے پاس قرآن مجید موجود ہے ان کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ ایک حاجی امداد اللہ ختم ہوجائیں گے ہزاروں اور لاکھوں ان کے پیروکار پیدا ہوجائیں گے۔ ان دونوں تدبیروں پر عمل کرنے کے لئے انگریزوں نے عظیم الشان منصوبے بنائے مسلمانوں کے رہنماؤں اور علماء کرام کو ختم کیا جانے لگا۔ ان پر مظالم اور ایذاؤں کا لامحدود سلسلہ شروع کردیا گیا۔ بہانے بہانے سے مسلمانوں کا خون بہایا جانے لگا۔ ہندوؤں کو مسلمانوں کے مقابلے میں کھڑا کیا گیا۔ مسلمانوں کے نظام تعلیم کو تبدیل کردیا گیا۔ فارسی ذریعہ تعلیم کے بجائے انگریزی ذریعہ تعلیم کا آغاز کیا گیا۔ فارسی والوں پر نوکریوں کے دروازے بند کردیئے گئے۔ دینی اداروں اور مسلمانوں کی تعلیم گاہوں کو مسمار کردیا گیا۔ صرف نجف کے علاقے میں ایک ہزار سے زائد مدارس ختم کئے گئے۔ دوسری طرف مسلمانوں کو دین سے دور کرنے اور اسلام سے بدظن کرکے عیسائی بنانے کے مشن کو تیزی سے شروع کیا۔ پادریوں کے جتھے کے جتھے انگلستان سے ٹڈی دل کی طرح ہندوستان پر امنڈ آئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انگلستان کی پوری حکومت کی مشنری نے اپنا ہدف صرف اسی کو بنالیا تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو عیسائی بنادیا جائے۔ مادر پدر آزاد پادری ہر قسم کی رواداری اور مروت کو بالائے طاق رکھ کر مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتے۔ مسلمانوں کی زندگی ہندوستان میں تنگ ہوکر رہ گئی تھی۔ ہندوستان کے تمام مسلمان اس شعر کا مصداق بن گئے تھے۔

گئے وہ دن کہ ہمیں زندگی کی حسرت تھی
فضول قتل کی دیتا ہے دھمکیاں صیاد

مسلمانوں کو خنزیر کی کھالوں میں سیا گیا' قتل کرنے سے پہلے ان کے جسم پر سور کی چربی مل دی جاتی اور پھر انہیں جلادیا جاتا' انگریزوں کی مسلمانوں سے دشمنی کا اندازہ درج ذیل عیسائی مفکرین اور ارباب اقتدار کے اقوال سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

گورنر ہند لارڈ ایلن برا نے ایوک آف ولنگلان کو لکھا :

"میں اس عقیدے سے چشم پوشی نہیں کرسکتا کہ مسلمانوں کی قوم اصولاً" ہماری دشمن ہے۔"

انڈیا کی سپریم کونسل کے رکن سرچارلیس ٹریلوین نے یہ لکھا :

"جس طرح ہمارے بزرگ تمام کے تمام ایک ساتھ عیسائی ہوگئے تھے اسی طرح یہاں ہندوستان میں بھی (مسلمان) ایک ساتھ عیسائی ہوجائیں گے۔"

رکن پارلیمنٹ مسٹر میگلس نے دارالعوام میں تقریر کرتے ہوئے کہا :

"خداوند نے ہمیں یہ دن دکھایا کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کی زیر نگیں ہے تاکہ عیسیٰ مسیح (علیہ السلام) کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے۔ ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل پر صرف کرنا چاہئے۔"

لارڈ برنش نے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے کہا :

"ان بدمعاش مسلمانوں کو بتادیا جائے کہ خدا کے حکم سے صرف انگریز ہی ہندوستان پر حکومت کریں گے۔"

انگریزوں کے زعم باطل کہ اب اسلام صرف چند سالوں کا مہمان ہے جیسے نامساعد حالات اور مخدوش حالات میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور علماء حق کی عزیمت اور پختگی ایمان تھی کہ انہوں نے دونوں محاذوں پر انگریز قوت کا بھرپور اور برملا مقابلہ کیا مسلمانان ہند کے جذبہ حریت کو ایک طرف پروان چڑھایا تو دوسری طرف مناظروں اور مباحثوں کے ذریعہ ان کے ایمان کی حفاظت فرمائی تو تیسری طرف دارالعلوم دیوبند اور اس جیسے ہزاروں مدارس و مکاتب قائم کرکے مسلمانوں کے علمی ورثہ کا تحفظ کیا۔ ان علماء کرام کی برکت ہے کہ مسلمانان ہند کی آج تک آنے والی نسلیں مسلمان ہیں اور الحمدللہ ہندوستان کو عیسائی بنانے کا خواب دیکھنے والوں کے ملک انگلینڈ کے چھوٹے سے حصے میں سینکڑوں مساجد سے آج اذان کی آوازیں گونج رہی ہیں اور دنیا کا کوئی گوشہ آج ایسا نہیں جہاں بزرگ ہستیوں کے شاگردوں کی صحیح تشریح و ترجمانی کا فریضہ انجام دیتے نظر آئیں گے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے انگلستان کی مشنریوں اور پادریوں کا توڑ کرنے کے لئے فیصلہ کیا کہ ان کا ہر جگہ مقابلہ کیا جائے۔ ان کے جہاں جہاں جلسے ہوں ان کے مقابلے میں جلسے کئے جائیں گے۔ ان کو مناظروں کا چیلنج دیا جائے' پادریوں کی طرف سے جو اسلام پر شکوک و شبہات پیدا کئے جارہے ہیں ان کا تقریری اور تحریری جواب دیا جائے' ہندو اور آریہ اور عیسائی مذاہب کے مذہبی رہنماؤں کی طرف سے مناظرے کے چیلنجوں کا بھرپور جواب دیا جائے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تدبیر بہت کارگر ہوئی۔ آریوں اور ہندوؤں کے مذہبی رہنما تو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے سے بہت جلد عاجز آگئے اور ہر جگہ ان کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ البتہ عیسائیوں کی حکومت کے بل بوتے پر

کچھ مقابلے کی کوشش کی لیکن حضرت مولانا نانوتوی کی مہارت علمی اور اسلام کی حقانیت کے سامنے ان کی کبھی دال نہ گل سکی اور ان کے مشہور پادری اور "تولیس انگلستانی" پادری فنڈر سے مولانا نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے بڑے معرکتہ الاراء مناظرے ہوئے۔ ایک دوسرے کے خلاف کتابیں لکھی گئیں لیکن الحمدللہ حضرت مولانا نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رحمتہ اللہ کیرانوی بانی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے ان دونوں پادریوں کو ہندوستان سے فرار ہونے پر مجبور کردیا۔ حضرت مولانا رحمتہ اللہ کیرانوی کی کتاب جو پادری فنڈر کی کتاب "میزان الحق" کے جواب میں "اظہار الحق" کے نام سے شائع ہوئی تھی آج بھی عیسائی مذہب کے لئے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ پادریوں کا ہندوستانی مسلمانوں کو عیسائی بنانے کا خواب تو اس طرح بکھر کر رہ گیا لیکن دینی تعلیم اور اسلامی تعلیم کے سلسلے میں انگریز نے جو پالیسی اپنائی تھی وہ بہت کامیابی سے ہمکنار ہو رہی تھی۔ برصغیر سے دینی علوم کا رواج مٹتا جارہا تھا اور ایسی کیفیت ہوگئی تھی کہ ہندوستان کے بڑے بڑے قصبوں میں کوئی دینی مسئلہ بتانے والا یا تراویح میں قرآن مجید سنانے والا نہیں ملتا تھا اور رفتہ رفتہ یہ کیفیت ہو رہی تھی کہ مدارس دینیہ نہ ہونے کی بناء پر علم دینیہ ہندوستان سے رخصت ہوتا نظر آرہا تھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کو ان واقعات سے بڑی تشویش تھی اور اس کے تدارک کی فکر میں وہ دن رات سوچ و بچار میں لگے رہتے تھے ادھر شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو بھی ہندوستان کے ان حالات کی بناء پر سخت تشویش تھی اور وہ رات دن خصوصاً دعائے سحرگاہی میں رب العزت کے حضور گڑگڑا کر ہندوستان میں علم دین کی آبیاری کے لئے دعائیں فرماتے۔ آخر کار حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کی دعائیں رنگ لائیں اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے قلب اطہر میں وارد ہوا کہ دینی علوم کی حفاظت اور مزید ترویج و اشاعت کے لئے رضاکارانہ بنیاد پر امداد باہمی کے اصولوں پر ایک دینی ادارہ قائم کیا جائے آخر کار ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۷ء بروز جمعرات دیوبند قصبہ کی مسجد چھتہ کے صحن میں ایک انار کے درخت کے سایہ میں اس مدرسہ کا آغاز ہوا۔ حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ اور دیگر علماء کرام نے دعاؤں سے اس کا آغاز کیا "ملا محمود" پہلے مدرس و استاد اور "محمود الحسن" پہلے طالب علم اس سعادت سے سرفراز ہوئے۔ "ملا محمود" نے مستقبل کے شیخ الہند کے استاد کی حیثیت سے اور شیخ الہند نے تحریک آزادی کے عظیم مجاہد کی حیثیت سے جو عروج حاصل کیا برصغیر کی تاریخ کے اوراق اس سے جگمگا رہے ہیں۔ اخلاص اور رضامندی خدا کے لئے قائم اس دارالعلوم دیوبند کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا اپنے لئے فخر کا باعث سمجھتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے وابستہ ہزاروں مدارس اور مکاتب ترویج و اشاعت علوم دینیہ میں مصروف نظر آتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا بچپن کا خواب سچ رکھا اور بانی دارالعلوم دیوبند کے علم کی تقسیم پوری دنیا میں آج تک جاری و ساری رہ کر مولانا نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے تین مرتبہ حج کی سعادت سے مالا مال فرمایا۔ علم، تواضع، سادگی، جذبہ جہاد، اشاعت علوم دینیہ اور عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نانوتویؒ کے اوصاف جلیلہ تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات بعد نماز ظہر اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف تشریف لے گئے اور اپنے قائم کردہ دارالعلوم کے قریب ایک قطعہ ارضی میں مدفون ہوکر ظاہری طور پر ہم سے پوشیدہ ہوگئے لیکن دارالعلوم دیوبند اس سے وابستہ ہزاروں دینی مدارس اور لاکھوں شاگردوں اور اپنے اور اپنے شاگردوں کی بے شمار تصانیف کی شکل میں آج بھی ہم میں زندہ ہیں اور قیامت تک وہ اپنے علم و کمال کے ذریعہ زندہ و تابندہ رہیں گے۔ ○

بقیہ تحریریں اور تضاد

پھانسی ملنے کے بعد اس کے جنازے کو کندھا دیتا ہے۔ کیا ایسے انسان کو ہم کسی طور بھی مسلمان کہہ سکتے ہیں جو اپنی عزت کو نبی پاک ﷺ کی عزت سے بلند سمجھے اور جہاد کو حرام قرار دے اور انگریز کی اطاعت و فرمانبرداری میں سینکڑوں رسائل اور کتابیں تحریر کر ڈالے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ دل میں کچھ کالا تھا۔ انگریزوں نے ہی یہ فتنہ کھڑا کیا تھا اور اس کے لئے انہوں نے مرزا غلام احمد کا انتخاب کیا اور مرزا نے ساری زندگی انگریز کی اطاعت و فرمانبرداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور یہی وجہ ہے کہ انگریز آج بھی اپنے اس لگائے ہوئے پودے کی خوب دیکھ بھال کر رہے ہیں۔

ہمیں قطعاً" ختم نبوت جیسے واضح مسئلہ میں تدبر کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ نبی اور رسول کی زندگی ہمارے لئے نمونہ تھی۔ مرزا غلام احمد کی زندگی منافقت سے بھری پڑی ہے۔ اسے ہر دعوی میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کی تحریروں میں حد درجہ تضاد ہے۔ اس نے ۸۲ کتابیں تو تحریر کر ڈالیں، لیکن ان میں الفاظ کی بھرمار ہے اور اگر کسی کے دل میں پھر بھی کچھ شکوک و شبہات ہوں تو مرزا کی ایک دو کتابیں اٹھا کر سرسری نظر ڈالیں، حقائق آپ کے سامنے ہوں گے۔

مولانا لال حسین اختر کی یادگار تقریر

خطبہ مسنونہ اور آیت ختم نبوت کی تلاوت کے بعد فرمایا:

حضرات! چودہ سو سال سے پوری امت کا اس پر اتفاق ہے' کسی بھی مسلمان کو اختلاف نہیں کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت بند ہو چکی ہے' ختم ہو چکی ہے' تکمیل ہو گئی ہے فتنہ مسیلمہ کذاب کی بیخ کنی کے وقت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد مسعود میں اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد نہ کوئی دوسرا خدا ہے' اور نہ ہو سکتا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں۔

اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہو سکتا۔ خداوند کریم اپنی خدائی میں بے مثال ہیں' محمد ﷺ اپنی نبوت میں بے مثال ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی توحید میں وحدہ لا شریک ہیں۔ محمد عربیؐ اپنی نبوت میں وحدہ لاشریک۔

لا الہ الا اللہ کے بعد معبود و الہ کوئی نہیں' محمد رسول اللہؐ کے بعد کوئی نبی و رسول نہیں۔

لا الہ الا اللہ میں جس طرح نفی جنس کے لئے لا استعمال ہوا' اسی طرح لا نبی بعدی میں بھی لا نفی' جنس کے لئے آیا ہے۔ جس طرح لا الہ الا اللہ چھوٹا' بڑا' پورا' ادھورا ظلی بروزی کوئی الہ نہیں۔ اسی طرح لا نبی بعدی میں ظلی شیخ چلی' بروزی' سوزی' چھوٹا' موٹا' عربی عجمی کوئی نبی نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے لئے جو ایمان لانے کے کلمے مقرر فرمائے۔ سب کے الفاظ کو پڑھ لیا جائے تو بات دو ٹوک اور واضح ہو جاتی ہے۔ اور کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔ مثلاً" فرمایا:

لا الہ الا اللہ آدم صفی اللہ' نوح نجی اللہ' ابراہیم خلیل اللہ' موسیٰ کلیم اللہ' اسماعیل ذبیح اللہ' عیسیٰ روح اللہ

مگر جب محمد عربی ﷺ کی باری آئی تو فرمایا۔ محمد رسول اللہ۔ اس فرق سے واضح کرنا مقصود تھا کہ محمد عربی ﷺ پر رسالت کا سلسلہ مکمل ہو چکا ہے۔ اسی لئے تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ!

اول الانبیا آدم و آخرھم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یا پھر ایک اور طریقہ سے یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس نبی کو مخاطب فرمایا۔ حکم دیا۔ نام لے کر شرف مخاطبت بخشا۔

یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ

یا عیسیٰ انی متوفیک

یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ

یا ابراھیم قد صدقت الرویا

ما تلک بیمینک یا موسیٰ

تمام انبیاء علیہم السلام کو نام (By Name) لے کر پکارا۔ لیکن حضور علیہ السلام کو یا محمد نہیں فرمایا گیا۔ بلکہ یسین' مزمل' مدثر' طٰہٰ' والضحیٰ' یاایھا النبی' یاایھا الرسول فرمایا گیا۔

میرے محترم حضرات! انگریز کا اس وقت چل چلاؤ ہے عرش معلی پر انگریز کے جانے کے فیصلے ہو چکے ہیں۔ انگریز بدبخت جارہا ہے۔ بقول حضرت امیر شریعت اس کا تخت الٹا جارہا ہے۔ مگر انگریز اپنے جانے کے بعد اپنی ناپاک یادیں ہم میں چھوڑے جارہا ہے۔ پنجابی نبوت بھی اس کی پیدا کردہ۔ پرورش کردہ یاد ہے۔

مالیر کوٹلہ والو! آج تم سے ایک بات کہہ دیتا ہوں کہ قل اللھم مالک الملک صرف اللہ کی ذات ہے' انسان جب رشد و ہدایت کی انتہا کو پہنچ جائے تو اس کی نظر خدا پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہیں کریں کوئی اس کے ارادے و تقدیر کے سامنے دم نہیں مار سکتا۔ امان اللہ خان کو ایک آن میں بے تاج کر دیا' جلال آباد سے جب نکلا تو جیب میں کوڑی تک نہ تھی۔ اور بچہ سقہ جو پشاور میں دکانداری کرتا تھا۔ اسے تخت پر بٹھا دیا اس کی مرضی ہے۔ آن واحد میں بادشاہ کو گدا کر دیا۔ گدا کو شاہ کر دیا پھر اسے پھانسی کے تختے پر لٹکوا دیا۔

اللہ رب العزت کی قہاریت و جباریت سے ڈرنا چاہئے خداوند کریم اپنے محبوب کے بارے میں بڑے حساس ہیں۔ آج انگریز نے محمد عربی ﷺ کی تخت گاہ پر ایک عجمی دہقان زادے کو مسلط کر کے خداوند کریم کے غضب کو للکارا ہے ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ انگریزی نبی کی تردید میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو صرف کریں۔ حضور علیہ السلام سے محبت و عشق کا یہی ایک راز ہے کہ آپ کی مسند پر کسی کو برداشت نہ کیا جائے۔ یہی ایک بات سمجھانے کے لئے آپ کے ہاں حاضر ہوا ہوں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام

نے اپنی ختم نبوت کو سمجھانے کے لئے مختلف مثالوں و طریقوں کو اختیار فرمایا تاکہ کوئی ابہام نہ رہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

یٰایھاالناس ان ربکم واحد وابائکم واحد و کتابکم واحد و نبیکم واحد آخر میں فرمایا۔ دینکم واحد اے مسلمانو! تمہارا خدا ایک ہے' تمہارا باپ ایک' تمہاری کتاب ایک' فرمایا اسی طرح تمہارا نبی بھی ایک' جس طرح کی موحد مسلمان کے دو خدا' دو کتابیں دو دین نہیں ہوسکتے۔

یا جس طرح کسی حلالی انسان کے دو باپ نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح کسی مسلمان کے دو نبی نہیں ہوسکتے۔ قربان جائیں حضور علیہ السلام کی رحمت و شفقت کے آپ کی خطابت وافصح العرب ہونے کے' ایک ہی حدیث میں اشارہ کردیا۔ جسے پڑھا لکھا اور ان پڑھ ہر انسان سمجھ سکتا ہے کہ روحانی تعلق کتاب و دین نبی کا' اس میں بھی کوئی شریک برداشت نہیں کرسکتا۔ جسمانی تعلق میں باپ کا تعلق ہے۔ کوئی شریف انسان اس میں بھی شریک برداشت نہیں کرسکتا۔ ان پڑھ آدمی کے لئے اس سے زیادہ واضح اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ حلال زادے کا باپ ایک مسلمان کا نبی ایک۔ باپ کے ساتھ کسی اور کو شریک کیا تو ماں کی شرافت کا بیڑا غرق۔ حضور علیہ السلام کی نبوت میں کسی اور کو شریک کیا تو ایمان کی کشتی غرق۔ اسی لئے میں نے ابتداء میں عرض کیا تھا کہ مسلمان کے نزدیک خدا تعالیٰ اپنی توحید میں وحدہ لا شریک ہونے چاہئیں۔ گاڑی ایمان و یقین کی تب سلامتی سے چل سکے گی۔ آج پنجابی نبی نے اور اس کی ذریت نے اس اساس پر شبخون مارا ہے۔ مارا نہیں بلکہ اس سے مروایا گیا ہے۔ اصل سازش تو انگریز کی ہے۔ یہ بیچارے تو "آلہ کار" ہیں۔ یا بقول پنجابی نبی کے "خود کاشتہ پودے" ہیں۔

اللہ رب العزت نے آنحضرت ﷺ کے متعلق سراجاً منیرا کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں یعنی چمکتا ہوا سورج۔ جس طرح امریکہ' افریقہ' عرب و عجم' ہند' سندھ' اردن' عراق' انڈونیشیا' آسٹریلیا' تمام دنیا کی روشنی کے لئے ایک ہی سورج ہے۔ اسی طرح کل کائنات کی ہدایت و فلاح کے لئے ایک نبی ہے۔ سورج کے بعد اور کسی روشنی کی ضرورت نہیں۔ محمد عربی ﷺ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں اور پھر آسمان کے سورج اور محمد عربیؐ کے سراج منیر میں فرق ہے۔ اس کو واضح کرنے کے لئے منیر کا لفظ لایا گیا ہے۔ سورج کو گرہن لگتا ہے۔ کہیں روشنی کہیں اندھیرا' حضور علیہ السلام کی نبوت والے سراج منیر کو نہ تو گرہن لگے۔ اور یہ سب کے لئے روشنی ہی روشنی' نصف النہار کی طرح ہے آج اس وقت (مئی ۱۹۳۷ء) میں اٹھارہ مدعی نبوت موجود ہیں۔ نور کابلی قادیاں میں دکانداری کرتا تھا۔ ناک کٹی ہوئی ہے' ربڑ کی ناک سے گزارا کرتا ہے' اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ حضرت امیر شریعت پر کیس چلا کہ آپ نے انگریز کے خود کاشتہ پودا کی مخالفت کی ہے۔ آپ نے عدالت میں احمد نور کابلی کو اپنی صفائی کے گواہ کے طور پر پیش کیا۔ احمد نور کا ناک کٹا ہونے کے باعث آواز میں خوفناک حیرت ناک غنغناہٹ تھی۔ عدالت نے پوچھا نام کیا؟ احمد نور' باپ کا نام' نبی نور' حضرت امیر شریعت نے حقارت سے قہقہہ لگایا اور جملہ کسا نور علی نور' عدالت نے ناک بھوں چڑھائے۔ جج نے پوچھا "شاہ جی میں سمجھ نہیں سکا کہ آپ احمد نور جیسے ناک کٹے کو عدالت میں کیوں لائے؟ یہ آپ کی کیا صفائی دے گا۔ حضرت امیر شریعتؒ نے گرجدار آواز میں چمکیلی آنکھوں سے عدالت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فرمایا۔ "صاحب بہادر" احمد نور کابلی جیسا بدصورت کریہہ المنظر آواز والا بھی قادیان میں دعویٰ نبوت کرکے اپنی اتباع کی دعوت دیتا ہے"۔ عدالت نے کہا آپ کا مقصد؟ (یعنی آپ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں) حضرت شاہ صاحب نے فرمایا میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ اگر نبوت کا دروازہ کھول دیا گیا تو ہر اللہ نتلہ نبوت کا دعویٰ کرکے میرے حضرت میاں ﷺ کے مسند پر شبخون مار کر ہمارے دل خون خون کردے گا۔ مگر میں یہ واضح کردوں کہ میں حسنی حسینی سید ہوں۔ اپنے نانے کی مسند پر قادیان کے دہقان زادے بھینگے کو یا ناک کٹے کو نہیں بیٹھنے دوں گا۔ یہ تو درکنار میرے میاں ﷺ کی مسند نبوت پر ابوبکرؓ بھی نہیں بیٹھ سکتے۔ عدالت کو بات سمجھ آگئی۔

مالیر کوٹلہ والو! حضور علیہ السلام کی نبوت کا سورج آسمان ہدایت پر چم دمک رہا ہے۔ اب اگر کوئی اس روشنی سے فائدہ نہ اٹھاسکے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے؟ ایک ایسی مخلوق بھی تو ہے جو سورج کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھاسکتی بلکہ سورج نکلتے ہی اس کی آنکھیں چندھا جاتی ہیں۔ جیسے چمگادڑ۔

حضور علیہ السلام کی نبوت کے سورج کے مقابلہ میں اب قادیاں میں موم بتی جلائی جارہی ہے۔ دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے فیض حاصل کرکے نبی بن گئے۔ خدا تمہیں عقل کی نعمت سے نوازے۔ سورج سے روشنی حاصل کرکے دنیا کی ہر چیز روشن ہوتی ہے۔ ان پر سورج کی روشنی پڑتی ہے تو کیا یہ روشنی حاصل کرکے سورج بن جاتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ محبت تھی۔ محبت

میں آگر اسی کو مانا ہے' وہی ہے اور تو نہیں۔ ایک عورت کہیں جارہی تھی' خوبصورت ہوگی' ایک آدمی ٹھنڈے سانس لیتا ہوا پیچھے پیچھے چل دیا۔ عورت نے پوچھا کیاں صاحب کیا بات ہے؟ دبے دبے پیچھے کیوں چلے آرہے ہو؟ کچھ کہا ہوتا' کچھ سنا ہوتا' اس آدمی نے کہا کہ آپ کے حسن نے مجھے خرید لیا ہے آپ کی محبت میں فریفتہ ہوں۔ عاشق ہوں' عورت سمجھدار تھی۔ اس نے کہا' میں کیا اور میرا حسن کیا۔ میرے پیچھے ایک اور عورت آرہی ہے حسن کی شہزادی ہے میں تو اس کی غلام ہوں۔ عاشق نے آنے والی کی راہ تکنی شروع کردی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پیچھے کو تکنا شروع کردیا۔ عورت نے اس کے منہ پر تھپڑ رسید کیا۔ گر پڑا' عورت نے کمر پر لات مار کر عشق کا بھوت چھٹی کرادیا۔ ہانپتا کانپتا اٹھا' پوچھا یہ کیا؟ عورت نے کہا جھوٹے کہیں کے' دعوی عشق و محبت کا مجھ سے' اور دیکھتے پیچھے ہو۔ اب بات سمجھ میں آئی کہ میں عشق کے سبق میں مارا گیا۔ پاکدامن بی بی نے مسئلہ سمجھادیا کہ جس کی محبت کا دعوی کرتے ہو اسی کے بن کر رہو۔ محبت کا دعوی تو کریں حضور علیہ السلام سے اور مانیں قادیاں کے دہقان زادے کو؟ اگر حضور علیہ السلام سے محبت تھی تو قادیان کی طرف دیکھا کیوں؟

میرے دوستو! مرزائی دن رات لوگوں کو کہتے پھرتے ہیں کہ ہم تمام کام مسلمانوں والے کرتے ہیں۔ نماز' روزہ' حج' زکوۃ تمام کام مسلمانوں والے مگر پھر بھی مولوی ہمیں کافر کہتے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ مسلمان نماز' روزہ حج' زکوۃ تمام اسلامی احکام بجالاتے ہیں۔ تم ان کو کافر کیوں کہتے ہو۔ جس طرح تمہارے نزدیک مسلمان تمام اسلامی احکام بجالانے کے باوجود کافر ہیں اسی طرح ہمارے نزدیک تم ہو۔ یہ تو ہوا الزامی جواب۔

مسلمانو! اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اسلام میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ بنایا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا۔ ہاں اسلام سے نکلنے کے بے شمار دروازے ہیں مسلمان ہونے کے لئے تمام دین کو ماننا ضروری ہے۔ کافر ہونے کے لئے تمام دین کا انکار ضروری نہیں۔ اگر کوئی کسی ایک شرعی امر کا انکار کرے گا۔ کافر ہوجائے گا۔

قادیانیوں نے ختم نبوت کی سو آیات کا انکار کیا' حیات عیسی علیہ السلام جیسے اجماع امت کا انکار کیا' امت مسلمہ کے ستر کروڑ مسلمانوں کو کافر کہا' اب ان کے کفر میں کیا شک ہے۔

قادیانیوں سے کہتا ہوں' بے فکر رہو' انگریز سے ہمیں نمٹ لینے دو' وہ جارہا ہے' باری تمہاری آنے والی ہے یا تو کافروں کی قطار میں تمہیں کھڑا ہونا پڑے گا یا تم اپنے ہی آقا کی طرح اپنے عبرتناک انجام کو پہنچو گے۔ انگریز کے اقتدار کا برصغیر میں سورج ڈوب رہا ہے۔ وہ ڈوبا تو سارے ڈوبیں گے انگریز بھی جاوے گا اور اس کے زلہ خوار بھی۔ (نعروں کی گونج)

حدیث شریف میں ہے کہ میرے بعد ثلثون کذابون دجالون کلھم یزعم انہ نبی "لا نبی بعدی" آپ نے یہاں خبردی ہے ثلثون کا لفظ یہاں کثرت کے لئے آیا ہے' حصر کے لئے نہیں کئی جھوٹے بدبخت ازلی لوگوں نے نبوت کا دعوی کیا۔ امت نے ان کا مقابلہ کیا۔ انشاء اللہ اس کا بھی کیا جائے گا۔ ایک صاحب تھے گھاس پارٹی' سمجھے ہو۔ سبزی گھاس کھانے والے۔ گوشت نہ کھاتے تھے اور گوشت نہ کھانے کی دلیل یہ دیتے تھے کہ آدمی جو چیز کھائے گا اس کے اثرات اس کے جسم میں آجائیں گے۔ جانوروں کا گوشت کھائیں وہ ماں بہن کی تمیز نہیں کرتے' ہم پر بھی وہی اثر ہوجائے گا اس لئے ہم گوشت نہیں کھاتے۔ میں نے کہا کہ حیوانات میں ماں بہن کی تمیز کی اصل وجہ سبزی ہے۔ گھاس ہے' جانور گھاس کھاتے ہیں' اس کا اثر یہ ہوا کہ ماں بہن کی تمیز نہ رہی۔ اس لئے تم سبزی کھایا کرو' تاکہ تم میں سبزی کے وہ اثرات نہ آجائیں جو جانوروں میں آگئے ہیں۔ ورنہ تمیز جاتی رہے گی۔ فبھت الذی کفر (نعروں کی گونج شروع ہوئی) پلٹ کر فرمایا۔ میں کیا' میرے جواب کیا' اصل مناظر تو وہ لوگ تھے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب ؒ سے ایک عیسائی نے پوچھا کہ حضرت محمد عربی ﷺ سچے رسول تھے۔ تو اللہ تعالی نے ان کے نواسے حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو کربلا میں کیوں نہ بچایا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرمایا۔ بھئی ہمارے نبی اکرم ﷺ اللہ تعالی کی بارگاہ میں گئے تھے کہ میرے نواسے پر کربلا میں ظلم ہورہا ہے۔ میرے نواسے کو بچاؤ۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہود نے میرے بیٹے کو پھانسی پر لٹکادیا ہے اس قضیہ سے فارغ ہو لوں۔ پھر کربلا کا سوچیں گے۔ عیسائی سر پیٹ کر رہ گیا اپنی خفت مٹانے کے لئے کہا کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ عیسی علیہ السلام آسمانوں میں ہیں اور آپ کے نبی نیچے۔ افضل وہی جو اونچا' جو نیچے ہے وہ تو شان میں کم ہوگا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا۔ دریا میں جھاگ اوپر ہوتی ہے موتی تہہ میں ہوتے ہیں تم بتاؤ جھاگ افضل ہے یا موتی۔ عیسائی نے شرم کے مارے آنکھیں جھکالیں۔ میں نے تو اتنی باتیں عرض کرنا تھیں اب آپ حضرات میں سے کوئی صاحب سوال کرنا چاہیں تو میں جواب دینے کے لئے حاضر ہوں۔ جو چاہو سوال کرو' میں جواب دوں گا' ایک آدمی نے سوال کیا کہ لو عاشق ابراہیم لکھاں صدیقاً نبیا کے متعلق وضاحت کریں۔ فرمایا

حضرت ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کو موضوعات میں لکھا ہے۔ اس کی سند ناقابل اعتبار ہے۔ کئی غیر معتبر راوی اس میں ہیں موضوع حدیثوں کا سہارا لے کر گاڑی نہ چلاؤ۔ ایمان و عقیدہ کے لئے نص قطعی چاہئے۔ انکل پچو سے بات نہ بنے گی اس موضوع حدیث کا کیا اعتبار ہے۔ میں اصح الکتب بعد کتاب اللہ کی روایت پیش کرتا ہوں۔ حضرت امام بخاریؒ نے اس پر باب باندھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صاحبزادوں کو قبل از بلوغ اللہ تعالیٰ نے وفات ہی اس لئے دی کہ آپ خاتم النبیین تھے۔ وہ زندہ رہتے نبی نہ بنتے تو اعتراض ہوتا۔ نبی بنتے تو ختم نبوت پر حرف آتا اللہ تعالیٰ نے پہلے وفات دے دی۔ تاکہ آپ کی ختم نبوت پر اعتراض نہ ہو' ایک اور صاحب بولے۔ مولانا اگر آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام تو آئیں گے۔ (مولانا نے فرمایا) بھائی صاحب! حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہ ہوگا۔ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہ ملے گی۔ بنے گا کوئی نہیں۔ ایک آئے گا۔ تو پس عیسیٰ علیہ السلام اس کے آنے کی تو آنحضرت ﷺ نے خود پیش گوئی فرمائی ہے ان کا آنا ختم نبوت سے پہلے نبوت مل چکی ہے۔ بات پہلوؤں کی نہیں۔ بات یہ ہے کہ آیا آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کے بعد قیامت تک کسی اور فرد کو نبوت ملے گی؟ تو ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نہیں ملے گی۔ اس پر ہمت ہے۔ تو کوئی اعتراض کرے۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ مولانا خاتم کا معنی کیا؟ جواباً" فرمایا خاتم کا معنی بند کرتا ہیں۔ ہمارے فریق مخالف مہر کا معنی کرتے ہیں میں ان کے سامنے "تریاق القلوب" مرزا غلام احمد کی کتاب رکھتا ہوں۔ مرزا غلام احمد نے اس عبارت میں اپنے آپ کو خاتم الاولاد لکھا ہے۔ خود وضاحت کی کہ میں اپنے والدین کے ہاں خاتم الاولاد ہوں یعنی آخری بچہ میرے بعد کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ وہاں خاتم النبیین ہے۔ یہاں خاتم الاولاد ہے جو ترجمہ خاتم الاولاد کا ہو گا وہی خاتم النبیین کا۔

چٹ آئی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے خاتم المہاجرین فرمایا ہے۔ جواب میں فرمایا۔ آدھی حدیث نہ پڑھو پوری حدیث پڑھو' حدیث شریف پوری پڑھو گے۔ اس میں جواب موجود ہے۔ اعتراض کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ حضور علیہ السلام نے فتح مکہ کے موقع پر حضرت عباسؓ کو فرمایا کہ آپ پریشان نہ ہوں آپ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی نیت سے سفر کرلیا ہے۔ گو مدینہ نہیں پہنچے مگر آپ کو ہجرت کا ثواب مل گیا۔ اس لئے تو آپ نے فرمایا اطمئن یا عم عباس آپ مہاجر ہیں نہ صرف مہاجر بلکہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والوں کے خاتم المہاجرین کیونکہ مکہ مکرمہ قیامت تک دارالسلام رہے گا۔ ہجرت نہ ہوگی۔ ہجرت دارا لکفر سے ہوتی ہے۔ دارالاسلام کی طرف' جب مکہ مکرمہ دارالاسلام ہے تو مکہ سے پھر کوئی ہجرت نہ کرے گا آپ مکہ سے ہجرت کرنے والوں کے آخری ہیں اسی لئے امام بخاری نے باب باندھا ہے کہ "لاہجرۃ فتح المکۃ" مکہ سے ہجرت کرنے والوں کے واقعتاً" خاتم المہاجرین حضرت عباسؓ ہی ہیں۔ نہ کہ آپ ساری دنیا کے خاتم المہاجرین نہ ہجرت بند ہے' بلکہ صرف مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کو بند قرار دیا۔ وہ تو ہم بھی مانتے ہیں۔ یہ تو ہمارے عقیدہ کی دلیل ہے' نہ کہ اس کی ہے ہمت ہے تو اپنے عقیدہ کے ثبوت میں کوئی دلیل لائیں۔ قیامت تک نہیں لاسکیں گے ولن لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار

ایک شخص نے کہا مولانا! قرآن مجید میں ختم کا معنی مہر کا بھی تو ہے آپ نے فرمایا بھائی صاحب ختم اللّٰہ علی قلوبھم' الیوم نختم علی افواہھم میں ختم کا معنی بھی بند کرنے کا ہے۔ ایسی مہر کہ اندر کی چیز باہر نہ آسکے اور باہر کی چیز اندر نہ جاسکے ڈاک والے مہر لگاتے ہیں۔ تھیلی کو بند کرکے مہر لگادی کہ اب اس میں کوئی چیز نہ داخل نہ ہو۔ نہ اندر کی چیز نکالی جاسکے۔ حضور علیہ السلام کے آنے سے سلسلہ نبوت پر مہر لگ گئی۔ ایسا ہوا کہ اب سلسلہ نبوت میں نہ کسی دہقان زادے کو داخل کیا جاسکتا ہے نہ پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار سے کسی کو نکالا جاسکتا ہے۔ اس معنی سے ہمارے فریق مخالف کی آرزو پوری نہیں ہوتی۔ یہ جواب میں آپ حضرات کو عرض کررہا ہوں۔ لیکن جب میرا مد مقابل میرے سامنے ہو تو میں ایک بات بحث پر ختم کردیتا ہوں کہ جناب نبوت انسانوں کو ملا کرتی تھی۔ جسے تم نبی بنانے پر تلے ہوئے ہو اسے پہلے انسان ثابت کرو؟ پھر نبوت کی بحث کریں گے مرزا تو خود لکھتا ہے کہ میں آدم زاد نہیں ہوں۔ میں بات کروں گا بندے کے پتروں کی اور انسان زادوں کی۔ وہ تو انسان زادہ ہونے سے انکار کرتا ہے۔ پہلے انسان ثابت کرو۔ پھر شریف انسان مرزائی زہر کا پیالہ پی جائیں گے مگر اسے شریف انسان لال حسین اخترؒ کے سامنے ثابت نہیں کرسکتے۔

پڑا آسمان کو دل جلوں سے کام نہیں
جلاکے راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں

نبوت کا نمبر بعد میں آئے گا۔ رات کا ڈیڑھ بج رہا ہے۔ اب دعا کریں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

○

خاتم الانبیاء کی اُمّت پر ربِّ کریم کا خصوصی کرم

ختم نبوت کے عقیدے میں اس امت کے ساتھ خدا کی خصوصی عنایت و رحمت کا ایک ایسا پہلو بھی ہے کہ علاوہ ایک حکم خداوندی ہونے کے اس پہلو سے بھی مسلمانوں کو اس عقیدہ کی خاص قدر اور عظمت ہونی چاہئے۔ نبوت کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ نئے نبیوں کا آنا امتوں کے لئے کتنا بڑا اور کتنا سخت امتحان ہوتا ہے اور پہلے پیغمبروں کے ماننے والے کتنے لوگ ہوتے ہیں جو نئے نبی پر ایمان لاتے ہیں۔

صرف سب سے آخری دو رسولوں ہی کو لیجئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے اور مردوں کو زندہ کردینے جیسے معجزے لے کر تشریف لائے تو یہودیوں میں سے کتنے ان پر ایمان لائے اور کتنے انکار کرکے لعنتی اور جہنمی بنے؟ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور کیسی کھلی ہوئی نشانیوں کے ساتھ تشریف لائے تو یہود و نصاریٰ میں سے کتنے ایمان لائے اور کتنے کفر کرکے دنیا میں اللہ کی لعنت اور آخرت میں ابدی عذاب نار کے مستحق ہوئے؟

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم فرماکر یہ رحمت فرمائی کہ اس امت کو اس سخت امتحان سے محفوظ فرمادیا۔ اگر بالفرض نبوت جاری رہتی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آتا تو یقیناً" وہی صورت ہوتی جو پہلے ہمیشہ ہوئی ہے۔ یعنی حضور پاک ﷺ کی امت کے بہت تھوڑے لوگ اس کو مانتے اور زیادہ تر انکار کرکے (معاذ اللہ) کافر اور لعنتی ہوجاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم فرماکر اس امت کو ہمیشہ کے لئے کفر اور لعنت کے اس خطرے سے محفوظ فرمادیا اور امت کو مطمئن فرمادیا کہ تمہاری اور ساری دنیا کی نجات کے لئے بس یہ کافی ہے کہ ہمارے اس رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور ان کی ہدایت کا اتباع ہو۔ الغرض "ختم نبوت"

جناب مولانا محمد منظور نعمانی

صرف ایک دینی مسئلہ اور عقیدہ نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کا عنوان ہے کہ اب سارے انسانوں کے لئے نجات کی آخری شرط بس ہمارے اس رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانا اور ان کی ہدایت کا اتباع کرنا ہے۔ اس لئے اب قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو مطمئن اور یکسو ہوکر بس ان کا اتباع کرنا چاہئے۔ انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کے سلسلہ میں یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے۔

پس اب جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی نئی نبوت کی گنجائش نکالتا ہے، وہ اللہ کے اس فیصلے اور اس کے قائم کئے ہوئے اس سارے دینی نظام کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے۔ ذرا اس کے دور رس نتائج پر غور کیجئے۔ یہ دوسری قسم کی اعتقادی گمراہیوں سے بہت مختلف قسم کی بات ہے۔ اس کا اثر پورے نظام دین پر پڑتا ہے۔ نئے نبی کی آراء پر ایمان لانا امر لازم ہوجاتا ہے۔ وہی نبی وقت ہوتا ہے اور اس کے زمانے کا کوئی شخص جو اس سے پہلے پیغمبروں کی تصدیق کرے، لیکن اس کو نہ مانے تو وہ کافر اور اللہ کی لعنت کا مستحق ہوجاتا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ کے بعد نئی نبوت کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ نجات کی آخری شرط محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا نہیں ہوگا بلکہ بعد میں آنے والے اس نبی پر ایمان لانا نجات کی آخری شرط ٹھہرے گا۔

پس جو لوگ دین میں اتنا بڑا فساد برپا کرنا چاہیں اور قیامت تک کے لئے قائم کئے ہوئے اللہ کے اس نظام کو یوں درہم برہم کرنا چاہیں لازماً" ایمان والوں کو ان کے ساتھ دوسرے تمام کافروں اور مرتدوں کی نسبت زیادہ سخت معاملہ اور مقابلہ کرنا چاہئے ...... اور اسلامی تاریخ کے جاننے والے جانتے ہیں کہ امت محمدیہ نے ہر دور میں ایسا ہی کیا ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ کبھی کوئی نرمی نہیں کی گئی۔ حضور پاک ﷺ کی حیات پاک کے آخری دور ہی میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے مسیلمہ کذاب کے ساتھ صحابہؓ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں جو کچھ کیا وہ اس کی سب سے زیادہ اطمینان بخش مثال ہے۔

○

قسط نمبر۱۱

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

مولانا محمد اشرف کھوکھر

بیسویں آیت:

والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا" وھم یخلقون○ اموات غیر احیاء○ وما یشعرون ایان یبعثون (النحل ۲۱-۲۲)

"یعنی جو لوگ بغیر اللہ کے پرستش کیے جاتے اور پکارے جاتے ہیں' وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ آپ پیدا شدہ ہیں۔ مرچکے ہیں' زندہ بھی تو نہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے"۔ شیخ نصیر احمد صاحب اس آیت سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ جو کوئی اللہ کی سوائے پرستش کیا جاتا ہے ان سب کو اللہ تعالیٰ مردہ کہتا ہے' چونکہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں اس لئے ثابت ہوا کہ وہ بھی فوت شدہ ہیں۔ شیخ صاحب نے مرزا صاحب کی طرح نہ تو آیت کا ترجمہ ٹھیک کیا ہے اور نہ اس کی مراد صحیح کو پہنچے ہیں۔ شیخ صاحب "بغیر اللہ کے" میں کس قسم کی ہے؟ اور اس کے کیا معنی ہیں؟ کیا آپ غیر اللہ اور بغیر اللہ میں فرق نہیں جانتے۔ مرزا صاحب کی طرح مرزائی پارٹی محاورات عربیہ سمجھنے سے قاصر ہے۔ شیخ صاحب یہ آیت بتوں کے حق میں ہے' اللہ رب العزت بتوں کی نسبت فرماتے ہیں کہ کفار مکہ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ بے جان ہیں لہٰذا یہ آیت مکی ہے جو کفار کی تردید کے لئے نازل ہوئی نہ کہ عیسائیوں اور یہودیوں کی تردید کے لئے۔ پس شیخ صاحب کا اس آیت زیر بحث کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی دلیل سمجھنا عجب طرح کی الٹی منطق اور غلط استدلال ہے۔ جب آیت "انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم" نازل ہوئی تو کفار نے خوش ہو کر کہا کہ اگر ہم اور ہمارے بت جہنم میں ڈالے جائیں گے تو ہمیں کچھ غم نہیں کیونکہ اسی قاعدہ "وما تعبدون" بموجب نصاریٰ کے ساتھ مسیح کو بھی جہنم میں ڈالا جائے گا اور ہم اس پر خوش ہیں۔ تو اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی "وما ضربوہ لک الا جدلا○ بل ھم قوم خصمون○ "یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظیر جو ان کفار نے پیش کی ہے یہ ان کا مجادلہ ہے یہ لوگ محض خصومت سے ایسی باتیں کرتے ہیں "ان ھو الا عبد انعمنا علیہ" حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو خدا کے ایسے بندے ہیں جن پر خدا نے نعمت کی ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے مستثنیٰ ہیں یعنی کفار جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

اکیسویں آیت:

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین○

"یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہیں اور ختم کرنے والے ہیں نبیوں کے۔" (احزاب پ ۲۲)

شیخ صاحب مرزا صاحب کی عبارت ص ۷۴ پر نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں "یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبیؐ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام رسول اللہ دنیا میں نہیں آسکتے کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تاقیامت منقطع ہے اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام ہرگز نہیں آئیں گے اور یہ امر خود مستلزم اس بات کو ہے کہ وہ فوت ہو گئے۔"

شیخ نصیر احمد صاحب مرزا صاحب کا یہ استدلال حضرت مسیح علیہ السلام کی موت اور نزول کے بارے میں تو قطعاً غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب کا استدلال محض قیاسی ہے اور حیات عیسیٰ علیہ السلام رفع آسمانی اور نزول قرب قیامت قطعی دلائل سے ثابت ہے۔ ہاں! اس سے مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت ضرور جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ مرزا صاحب کا منشا یہ ہے کہ اگر عیسیٰ دوبارہ آئیں تو یا تو آپ منصب نبوت سے معزول ہو کر آئیں گے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ رہیں گے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کی رو سے جدید نبی نہیں آئے گا جیسا کہ مرزا صاحب اور دوسرے ہم مشربوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور مخلوق خدا کو سبز باغ دکھائے۔ اگر کوئی پچھلا نبی جس کو آپ ﷺ سے پہلے نبوت مل چکی ہو پھر آئے تو اس کی رو سے منع نہیں جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو حضور ﷺ سے پہلے نبوت ملی اور پھر بحیثیت امتی حضور ﷺ کے قرب قیامت میں نزول فرمائیں گے' ان کی نبوت وہی ہوگی نہ کہ متنبی قادیاں کی طرح نئی نبوت!!

متعدد آیات قرآن مجید اور احادیث رسول آخرین ﷺ سے حضورؐ کی ختم نبوت ثابت ہے طوالت کے خوف سے چند احادیث نبویہؐ ملاحظہ فرمائیں۔

"عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔" (مسند احمد)

ردقادیانیت و ردعیسائیت پر علماء کرام کی سہ ماہی تربیتی کلاس

○ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں گاہے بگاہے ردقادیانیت اور ردعیسائیت پر تیاری کے لئے فارغ التحصیل علماء کرام کی سہ ماہی تربیتی کلاس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

○ شوال سے ایک کلاس جاری کی گئی تھی جس میں چار علماء کرام نے حصہ لیا۔ اب یہ کلاس ۲۵ ذی الحجہ کو اختتام پذیر ہو رہی ہے چاروں علماء کرام کو عالمی مجلس کے شعبہ تبلیغ میں بطور مبلغ کے تقرر کیا گیا ہے۔

○ اب نئی کلاس جاری کرنے کا ارادہ ہے' جو حضرات اس میں شریک ہونا چاہیں وہ درخواستیں بھجوادیں۔

○ کلاس میں شرکت کے خواہش مند حضرات کا وفاق المدارس پاکستان یا کسی مستند دینی ادارہ کا سند یافتہ ہونا ضروری ہے۔

○ ان حضرات کو قیام و خوراک کے علاوہ نقد آٹھ سو روپے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جائے گا۔

○ امتحان پاس کرنے والے حضرات کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ تبلیغ میں بطور مبلغ کے بھی رکھا جاسکتا ہے۔

○ جملہ خواہش مند رفقاء سادہ کاغذ پر بمعہ مکمل پتہ کے درخواست بھجوادیں' اور سندات ہمراہ لف کریں۔

درخواست و رابطہ کے لئے

مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ ملتان فون: 514122

بائبل اسٹڈی کے لئے ایک انمول گائڈ

تحریف بائبل بزبان بائبل

☆ اس کتاب میں تقریباً" پچاس عدد مختلف قدیم و جدید انجیلوں کا باہمی تقابل اور موازنہ کرکے ان موجودہ انجیلوں کی چار صد آیات کا جعلی ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

☆ اس کتاب میں عیسائیت کے جملہ بنیادی عقائد مثلاً" تثلیث' کفارہ اور ابنیت مسیح کو فرضی' خود ساختہ اور غلط ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

☆ عیسائیت کے مشہور اعتراضات کے ٹھوس اور مدلل الزامی و تحقیقی جوابات دیئے گئے ہیں۔

☆ کتاب کے شروع میں ایک جامع اور مبسوط مقدمہ جس میں بائبل کی تدوین و تصنیف اور اس کی ترتیب کے مختلف مراحل' عیسائیت کا مزاج' اناجیل کی بنیادی حقیقت کھول کر بیان کی گئی ہے۔

☆ اس کتاب میں خدا کے آخری پیغمبر ﷺ اور ان پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید کی عظمت و شان نہایت معقول انداز سے بیان کی گئی ہے۔

☆ چونکہ کتاب ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے' سردست اس کا صرف مقدمہ تقریباً" تین سو صفحات پر مشتمل کی اشاعت کا فوری پروگرام ہے۔ اہل علم و تحقیق و اصحاب خیر سے ہر قسم کے تعاون کی درخواست ہے۔

مولانا عبداللطیف مسعود' خطیب جامع مسجد خضری' ڈسکہ

ماہنامہ ''لولاک'' ملتان کا اجراء

○ الحمدللہ ماہنامہ ''لولاک'' کی ملتان سے اشاعت کی تقریباً اجازت مل گئی ہے۔ پہلا شمارہ ماہ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ سے شائع ہو رہا ہے۔

○ ''لولاک'' کے اجراء کا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما حضرت مولانا تاج محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہتمام کیا تھا۔ تہائی صدی تک یہ فیصل آباد سے شائع ہوتا رہا۔ اب عالمی مجلس کے مرکزی دفتر ملتان سے ماہوار اشاعت کی صورت میں اپنے نئے سفر کا آغاز کر رہا ہے۔

○ ماہنامہ ''لولاک'' توحید و سنت' ختم نبوت' مدح صحابہؓ' عظمت اہلبیتؓ اور اتحاد بین المسلمین کا علمبردار ہوگا۔

○ منکرین ختم نبوت فتنہ عمیاء قادیانیت' اور منکرین توحید عیسائیت کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا احتساب اس کے اہداف میں شامل ہوں گے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ترجمانی کے فرائض انجام دے گا۔

○ ماہنامہ ''لولاک'' کو شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب اور فقیہ العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی سرپرستی حاصل ہوگی۔ اور اس کے جملہ امور کے نگران اعلیٰ نمونہ اسلاف حضرت مولانا عزیز الرحمان جالندھری ہوں گے۔

○ رسالہ کے ایڈیٹر حضرت المکرم صاحبزادہ طارق محمود صاحب ہوں گے۔

○ نصف صدی سے زائد کے عرصہ سے محفوظ مجلس تحفظ ختم نبوت کے قابل اشاعت ریکارڈ کو اس میں شائع کرکے محفوظ کرنے کی غرض سے مستقل ایک سلسلہ قائم کیا جائے گا۔

○ مستقل عنوانات' اور اس پر بھرپور محنت سے اس پرچہ کو معیاری بنانے کے لئے مبلغین حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے جو اس کی نگرانی کرے گی۔

○ رسالہ کا رنگین ٹائٹل' سفید کاغذ' کمپیوٹرائزڈ کتابت' عمدہ طباعت کے لئے تمام ممکنہ ذرائع کو بروئے کار لایا جائے گا۔

○ اس کے صفحات ٹائٹل کے علاوہ اڑتالیس ہوں گے۔ اور سائز عام دینی ماہناموں جیسا ہوگا' زر سالانہ ایک سو روپے' اور فی شمارہ قیمت دس روپے ہوگی۔ ایجنسی پانچ پرچوں سے کم جاری نہیں ہوگی' نمونہ کا پرچہ مفت طلب کریں۔

○ تبصرہ کے لئے کتب' اشاعت کے لئے مضامین جماعتی خبریں' اشتہارات' ترسیل زر رابطہ کے لئے درج ذیل پتہ پر رجوع کریں۔

ناظم دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ' ملتان پاکستان فون: 514122